ISSN 2320-8600

دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ

جولائی - اگست - ستمبر 2024

یوم ولادت نبوی ﷺ کے پُر مسرت موقع پر
ادارہ "المجیب" عالم اسلام کو تہنیت وتبریک پیش کرتا ہے۔

سہ ماہی مجلہ

المُجیب

پھلواری شریف پٹنہ

لاکھوں اس گنبد خضرا کی ہو زینت پہ سلام
مرحبا، احمد مختار کی تربت پہ سلام

عہد نبوی کے شب و روز کو ہے میرا سلام
پھر بصد شوق ہو یوم ولادت پہ سلام

مبارک زائروں کو ہو فضائے وادی بطحا
قدسیان در اقدس کی جماعت پہ سلام

(آیتؔ) -

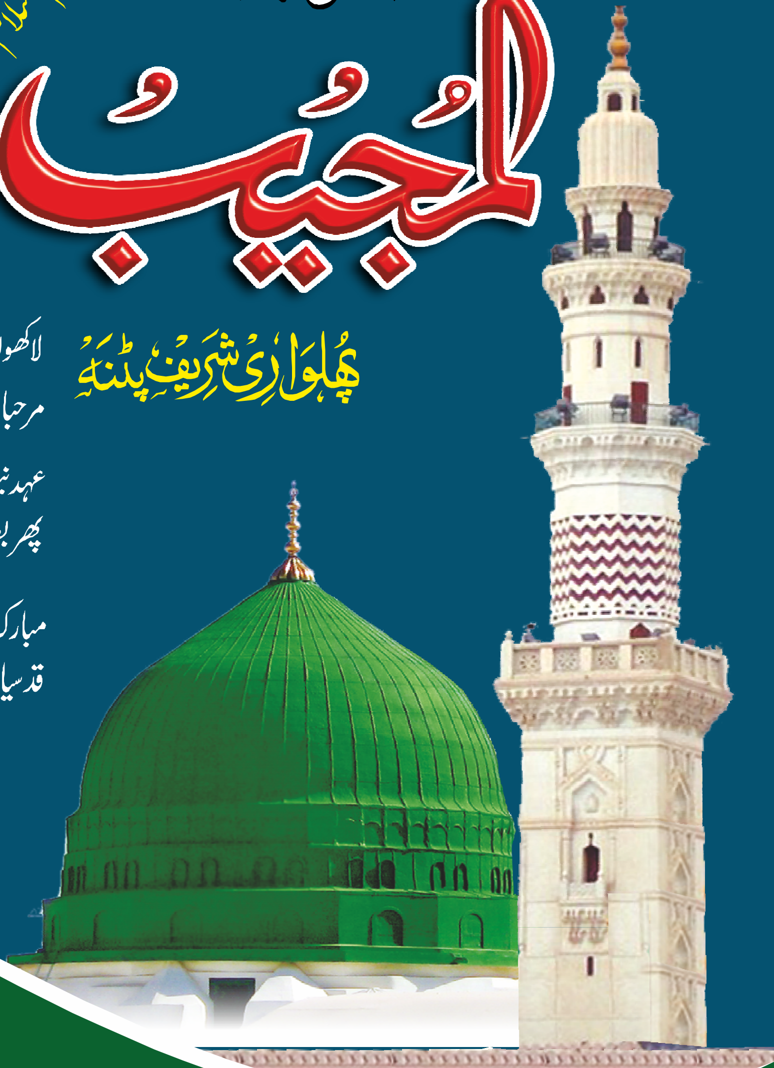

مدیر
ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری

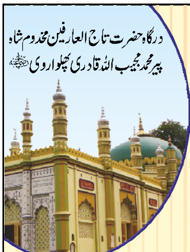
درگاہ حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ
پیر محمد مجیب اللہ قادری پھلواروی رضی اللہ عنہ

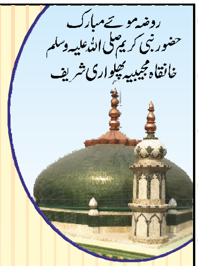
روضہ موئے مبارک
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف

یوم ولادت نبوی ﷺ کے پُر مسرت موقع پر ہماری طرف سے مبارکباد قبول فرمائیے

زیارت و عرس رسول اکرم ﷺ

عالم چہ شود ہم سرو ہمتائے محمد ❁ نور است ہمہ نور سراپائے محمد

حضرات : عظمت و محبت رسول ﷺ، ایمان کی بنیاد ہے۔ خانقاہ مجیبیہ میں عشق و عظمت مصطفےٰ ﷺ کا سراج وہاج کئی صدیوں سے روشن ہے، نبی مکرم ﷺ کا عرس مبارک خانقاہ مجیبیہ کا سب سے مہتم بالشان اور بڑا عرس ہے۔ وہ ۱۲؍ربیع الاول کو پورے اہتمام و احترام کے ساتھ کئی صدیوں سے ہوتا چلا آرہا ہے۔ تقریبات عرس نبوی کا ایک اہم حصہ موئے مبارک زلف نبوی کی زیارت ہے اور یہ غیر معمولی احترام و عظمت اور جذبۂ عشق و محبت کے ساتھ کرائی جاتی ہے۔ اس عظیم الشان مجمع میں زیارت موئے مبارک کا منظر دلوں کو عقیدت و محبت رسول ﷺ کے جذبوں سے معمور کر دیتا ہے۔

اس ایمان افروز اور روح پرور تقریب عرس سے اگر آپ فیضیاب ہو کر اپنے قلب کو عشق مصطفےٰ سے روشن کرنا چاہتے ہیں تو پروگرام عرس شریف یاد رکھیں۔ یوم ولادت نبوی ﷺ کے مبارک و مسعود موقع پر یہ روح پرور تقریب مسلمانوں کے لیے حصول فیض و برکت کا سبب ہے۔

عرس نبوی ﷺ کے خاص معمولات

- ★ ۱۱؍ربیع الاول (15 ستمبر) بوقت سحور 03:30 قل و فاتحہ حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور اس کے بعد مجلس سماع، پھر اپنے وقت پر نماز فجر با جماعت پورے اجتماعی نظم و ضبط کے ساتھ۔ نماز کے بعد مجلس سماع 11 بجے دن تک۔
- ★ ۱۱؍ربیع الاول (15 ستمبر) بعد نماز مغرب آستانۂ سیدنا تاج العارفین رضی اللہ عنہ میں صاحب سجادہ کی حسب معمول قدیم حاضری و چادر پوشی بر مزار مبارک سیدنا مذکور، دعائے خاص کا اہتمام، بعد نماز عشا عرس نبوی و مراسم عید میلاد النبی ﷺ کا آغاز، محفلِ نعت و مدح و میلاد خوانی بعدہٗ پورے اجتماعی و مہتم بالشان انداز میں بارگاہِ رسول ذو المنن ﷺ میں صلوٰۃ و سلام۔
- ★ ۱۲؍ربیع الاول (16 ستمبر) بوقت سحور 03:30 قل و فاتحہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم، اس کے بعد مجلس سماع نماز فجر سے پہلے تک، پھر نماز فجر اپنے آداب و شرائط اور جماعت کے ساتھ۔ نماز کے بعد مجلس سماع 12 بجے دن تک، بعدہٗ بڑا اور آخری قل و فاتحہ حضور سید عالم ﷺ۔
- ★ ۱۲؍ربیع الاول شریف (16 ستمبر) کو نماز ظہر 2:30 بجے، بعدہٗ موئے مبارک نبی کریم ﷺ کی زیارت، تقریباً ڈیڑھ گھنٹے۔
- ★ آثار شریف کی زیارت ختم ہونے کے بعد نماز عصر اور بعد نماز مجلس سماع مغرب سے پہلے تک — (اختتامی مجلس)
- ★ ۱۲؍ربیع الاول شریف (16 ستمبر) کی صبح 7 بجے سے 10 بجے تک خانقاہ کے زنانہ مکان میں مستورات کے لیے قدیم معمولات کے مطابق آثار شریف کی زیارت کا نظم کیا جاتا ہے۔

عرس و زیارت کی تمام تقریبات صاحب سجادہ خانقاہ مدظلہ العالی کی شرکت، نگرانی اور سرپرستی میں انجام پاتی ہیں۔

یہ معمولات و مراسم، بانی خانقاہ مجیبیہ مخدوم شاہ پیر محمد مجیب اللہ قادری قدس سرہٗ کے عہد پاک سے جاری ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فھو القریب المجیب ولی النعم

اہل حق کا ترجمان اور امن وسلامتی کا پیامبر

سہ ماہی

المجیب

پھلواری شریف پٹنہ

دینی، علمی وادبی مجلہ

ماہ : صفر المظفر — ربیع الثانی ۱۴۴۶ھ

ماہ : جولائی — ستمبر ۲۰۲۴ء

مدیر : ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری

نائب مدیر : ظفر حسنین

جلد نمبر ۶۴ ✦ شمارہ نمبر ۳

زر تعاون

فی شمارہ	:	-/60 روپے
سالانہ	:	-/240 روپے
سادہ ڈاک	:	-/300 روپے
رجسٹری ڈاک	:	-/450 روپے
بیرونی ممالک	:	-/25$ امریکی ڈالر

مجلس ادارت

مولانا شاہ بدر احمد مجیبی

مولانا محمد منہاج الدین مجیبی

پروفیسر حافظ فضل کبریا صدیقی

پروفیسر سید محمد اسد علی خورشید

محمد فصیح الدین عاصم قادری زینبی

سرکولیشن منیجر : سید صہیب رضوی

مراسلت وترسیل زر کا پتہ

رابطہ : 9835654330 -91+

منیجر

"المجیب" دار الاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ (بہار)

دار الاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ

E-mail : almujeebquarterly@gmail.com, Website : http://khanquahmujeebia.org

Cell No. : +91-7250433562, 7903953313

فہرست مضامین

- **لمعات** — ظفر حسنین — ۳

مضامین ومقالات

- آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری — جناب حضور مولانا شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی — ۶
- تصوف اور صوفیہ کے خلاف اعتراضات کا علمی جائزہ (قسط:۲) — حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادریؒ — ۱۹
- حضرت قبلہ مولانا شاہ سلیمان قادری چشتی پھلواروی — مولانا شاہ عزالدین قادری پھلواروی — ۳۳
- تعظیم رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیات وآثار کی روشنی میں — مولانا محمد شہزاد علی مجیبی — ۴۲
- حضرت قطب الدین بینا دل جونپوریؒ اور خانقاہ مجیبیہ — سید محمد نیر رضوی — ۴۹
- مولانا حکیم عبد القدیر صاحب مسیانوی ثم استھانویؒ — مولانا محمد حشمت علی — ۵۷
- صوبہ بہار کی ایک علمی بستی چندوارہ (قسط:۲) — مولانا طلحہ نعمت ندوی — ۵۹

احکام اسلامی

- اقتداء بالمخالف — مولانا شاہ بدر احمد مجیبی — ۶۴

ادبیات

- قند پارسی — حضرت مولانا حافظ شاہ شہاب الدین ثاقب قادریؒ — ۷۰
- حلیۂ شریفہ منظومہ — ترجمۂ منظوم: مولانا محمد فصیح الدین عاصم قادری — ۷۲
- نعت شریف — جناب حضور مولانا شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی — ۷۴
- استغاثہ بہ حضور اغاثت مآبؓ — جناب حضور مولانا شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی — ۷۵
- منقبت — شکیل سہسرامی — ۷۶
- غزل (حاصل حیات مرحومہ کی نذر) — وارث ریاضی — ۷۷
- کوائف وحالات — ادارہ — ۷۸

لمعات

• ظفر حسنین

ربیع الاول کا مہینہ قریب ہے ۔ یہ مبارک مہینہ ہمیں محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کی یاد دلاتا ہے ۔اسی مہینہ میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی اور آفتاب رسالت کی کرنوں اور اس کی ضیا پاشیوں سے دنیا منور ہوئی ، پھر ایک زمانے تک کفر وضلالت کی تاریکیوں کو دور کرنے اور اسلام کی روشن تعلیمات کی اشاعت کرنے کے بعد انسانیت کے اس عظیم محسن نے اسی مہینے میں دنیائے فانی کو چھوڑ کر رفیق اعلی کی رفاقت اختیار فرمائی ۔اس لئے اس مہینے کا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی سیرت طیبہ سے خاص تعلق ہے ۔

مسلمانوں میں محبت رسول اور اتباع رسول ﷺ کے جذبہ کو پروان چڑھانے کے لئے اس مہینہ میں کثرت سے سیرت کے جلسے اور پروگرام ہوتے ہیں ۔عوام بھی ذوق وشوق کے ساتھ سیرت کے واقعات سنتے ہیں اور اس سے ان میں سنت نبوی کی اتباع و پیروی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، حب رسول کا حاصل بھی یہی ہے کہ محبت کا دعوی کرنے والا ہر چیز اور ہر عمل میں اپنے محبوب کی سنت اور طریقہ کو پیش نظر رکھے، محبوب کے ہر عمل کو اپنے اندر اتار لے اور اسی کے مطابق اس کا سارا عمل ہو ۔کسی حال میں اس سے روگردانی نہ کرے ۔محبوب کی تعلیمات کی پیروی اس کے لئے سرمایہ حیات ہو جائے ۔مسلمانوں کو اپنے اندر یہی کیفیت پیدا کرنی چاہیے کہ عشق رسول کے دعوی کی دلیل ان کی زندگی کے اعمال دے رہے ہوں ۔

....

ہندوستان کی سرزمین صدیوں سے امن وسکون کی گہوارہ رہی ہے ۔ یہاں تمام مذہب کے لوگ اپنے مذہب اور دھرم اور ان کی روایات ورسومات پر آزادی کے ساتھ عمل کرتے رہے ہیں ۔کبھی کوئی رکاوٹ نہیں رہی ہے ۔ ہندو، مسلم، سکھ، جین، بدھ، عیسائی اپنے اپنے تہوار اور مذہبی تقریبات آزادی کے ساتھ کسی بھید بھاؤ کے بغیر مناتے رہے ہیں ۔ دوسرے مذہب والے بھی ان کی تقریبات میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالتے بلکہ ان کا ہر طرح تعاون کرتے ہیں ۔اس سے آپسی محبت و تعلق میں اضافہ ہوتا ہے ۔ کشمیر میں یاترا نکلتی ہے، وہاں کے مسلمانوں کا اس میں بڑا تعاون رہتا ہے، یاتریوں کے لئے سواریوں کا سارا انتظام مسلمان ہی

کرتے ہیں۔عید کے موقع پر ہندو بھائیوں کی طرف سے مبارکبادیں بھی آتی ہیں، وہ مسلمانوں کی خوشی میں آ کر شریک بھی ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ بیٹھ کر سوئیں وغیرہ کھاتے بھی ہیں۔ یہ ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب کہلاتی ہے۔

لیکن اب فرقہ پرستوں کی سازشوں سے بھولے بھالے ہندوؤں کے ذہن میں مسلمانوں کی نفرت بھر کر ان کے ذہن کو زہر آلود کیا جا رہا ہے۔ ہندوؤں پر مسلم بادشاہوں کے ایسے فرضی مظالم سنائے جا رہے ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کو مغل بادشاہوں کے ظلم و ستم کی جھوٹی کہانیاں سنائی جا رہی ہیں۔ تمام مغل سلاطین کو ظالم و جابر اور ہندوؤں کو قتل کرنے والا ثابت کیا جا رہا ہے۔ ان میں اورنگ زیب عالمگیر کا نام سب سے پہلے نمبر پر ہے جن کے بارے میں بتایا جا رہا ہے کہ وہ روزانہ ایک ہزار پنڈتوں کو قتل کرنے کے بعد ناشتہ کرتے تھے۔ جب کہ یہ حقیقت کے برعکس ہے۔ ممتاز اور مشہور ریسرچ اسکالرز نے اپنی تحقیق میں لکھا ہے کہ اورنگ زیب نے اپنے زمانے میں بہت سے مندروں کو ان کے خرچ کے لئے جاگیریں دی ہیں جن کے کاغذات ان مندروں میں محفوظ ہیں۔ ان کی ایک راجپوت بیوی کا بھی تذکرہ کیا جاتا ہے۔ انہوں نے پچاس سال تک ہندوستان پر حکومت کی ہے۔ پورے ہندوستان پر اتنی طویل حکومت کسی کی نہیں رہی ہے۔ اگر وہ ہر روز ایک ہزار پنڈتوں کو قتل کرتے تو پچاس سال میں ایک کروڑ اسی لاکھ پنڈت قتل ہو گئے ہوتے۔ جب کہ اس وقت پنڈت نہیں بلکہ پورے ہندوستان کی آبادی ہندو مسلم سب ملا کر بھی اس سے کم تھی۔ اگر یہ بات سچ ہوتی تو ہندوستان میں ایک بھی ہندو نہیں بچتا۔ اتنی دروغ گوئی اور جھوٹ نفرت والی جماعت ہی پھیلا سکتی ہے۔ اگر مغلوں کو ہندوؤں سے اتنی نفرت ہوتی تو ان کی فوج کے بڑے بڑے عہدے پر راجپوت ہندو فائز نہ ہوتے جنہوں نے اپنی خوشی سے مغلوں سے اپنی بہنوں اور بیٹیوں کی شادیاں کی تھیں۔

اس نفرت پھیلانے والی پارٹی نے نفرت پھیلانے کا نیا کام کیا ہے۔ ابھی ہندو بھائیوں کی کانوڑ یاترا کا موقع ہے۔ اس موقع پر ایک مہاراج نے یاترا کرنے والوں سے کہا ہے کہ یاتریوں کو جس ہوٹل میں ہندو بھگوان کی مورتی نظر آئے وہیں شدھ شاکاہاری کھانا کھائیں۔ اس پر اتر پردیش کی پولیس نے یہ فرمان جاری کر دیا کہ کانوڑ یاترا کے راستے میں تمام دکاندار اپنی اپنی دوکانوں اور ٹھیلوں پر نیم پلیٹ لگائیں اور اپنا نام صراحت کے ساتھ لکھیں۔ پھر مدھیہ پردیش اور اترا کھنڈ کی حکومتوں نے بھی ایسا ہی فرمان جاری کر دیا ہے۔ یہ نفرت پھیلانے کی ایک بڑی سازش ہے۔ آج تک دکانوں پر ہندو یا مسلم نام لکھنے کی ضرورت ہی نہیں رہی ہے۔ مسلمان ہندو دکانوں سے اور ہندو مسلم دکانوں سے سامان خریدتے آئے ہیں۔ کبھی اس میں بھید بھاؤ نہیں رہا ہے۔ اب اس طرح کا فرمان صرف مسلمانوں کو معاشی اعتبار سے کمزور کرنے کی سازش ہے۔

اس سلسلے میں خوش آئند خبر یہ ہے کہ سپریم کورٹ نے ایک عرضی پر آئین کی آرٹیکل ۱۵ کے تحت غور کر کے اس ہٹلری فرمان پر عبوری طور سے روک لگا دی ہے۔ بلکہ فیصلہ کرنے والی اس بنچ میں شامل ایک جج ایس وی این بھٹی نے سماعت کے دوران اپنے تبصرہ میں یہ کہا ہے کہ جب وہ کیرالا ہائی کورٹ کے چیف جسٹس تھے تو ان کے علاقہ میں دو شاکاہاری ہوٹل تھے، ایک

غیر مسلم کا اور دوسرا مسلمان کا، وہ خود مسلم ہوٹل میں کھانا کھاتے تھے کیونکہ اس کی صفائی بین الاقوامی معیار کی تھی۔

اس ہٹلری فرمان کی تائید میں گودی میڈیا پر سادھو، سنتوں کو بلا کر بیان دلوایا جا رہا ہے۔ اگر دھرم اسی طرح خراب ہونے لگے تو ہندوستان عرب اور ایران سے جو پٹرول لے رہا ہے اس کو بھی بند کرنا پڑے گا، لاکھوں ہندو عرب ملکوں میں برسر روزگار ہیں ان کو بھی واپس بلانا پڑے گا، بڑی بڑی ہندو کمپنیاں جو عرب اور دیگر ممالک میں بیف سپلائی کرتی ہیں اور اس پارٹی کے فنڈ میں کروڑوں میں چندہ بھی دیتی ہیں ان کو بیف سپلائی سے جو سرمایہ حاصل ہوتا ہے سب کو بند کرنا ضروری ہوگا۔ اس کا اثر کہاں تک جائے گا فرمان جاری کرنے والوں کو اس کا پتہ نہیں ہے۔

....

ادھر نفرت کی سیاست کرنے والی پارٹی نے ایک نیا فتنہ شروع کیا ہے۔ اتر پردیش کے چیف سکریٹری نے تقریباً ساڑھے آٹھ ہزار مدارس کو یہ نوٹس جاری کیا ہے کہ وہ مدرسوں میں پڑھنے والے بچوں کو بیسک تعلیم کے لئے اسکول میں داخل کرائیں۔ چونکہ یہ مدرسے حکومت کے مدرسہ بورڈ سے ملحق نہیں ہیں اس لئے ان کو غیر منظور شدہ قرار دے کر یہ حکم جاری کیا گیا ہے۔ ان میں دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، جامعہ اشرفیہ مبارکپور، جامعہ سلفیہ بنارس اور دیگر بڑے مدارس بھی شامل ہیں جن کا حکومت کے مدرسہ بورڈ سے تعلق نہیں ہے۔ متعدد اضلاع میں ضلع انتظامیہ نے مدارس کے خلاف کارروائی بھی شروع کر دی ہے۔

یہ تمام مدارس کسی نہ کسی سوسائٹی یا ٹرسٹ کے تحت سالہا سال سے چل رہے ہیں اور ملک کی ایک بڑی آبادی کو ایک معیاری تعلیم دے کر ملک سے ناخواندگی کی شرح کو کم کر رہے ہیں، ان میں دینی واسلامی تعلیم کے ساتھ عصری علوم بھی پڑھائے جاتے ہیں۔ اتر پردیش کے چیف سکریٹری کا یہ حکم نامہ آئین ہند کے خلاف ہے۔ کیونکہ آئین ہند میں اقلیتوں کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے پسند کے ادارے قائم کر سکتے ہیں اور اس کا انتظام بھی اپنی مرضی سے کر سکتے ہیں۔ ان میں بعض مدرسے ڈیڑھ سو سال، بعض سو سال سے قائم ہیں اور بہترین تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں، ان مدارس نے بڑے بڑے با کمال افراد پیدا کئے ہیں، جن میں مجاہدین آزادی بھی ہیں۔ اور ملک کی دیگر اعلیٰ خدمات انجام دینے والی شخصیات بھی ہیں۔

مدارس کے خلاف اس طرح کا ایکشن صرف نفرت کی سیاست کا ہی حصہ ہوسکتا ہے۔ یہ ایک پوری کمیونیٹی کے خلاف کارروائی ہے۔ انگریزوں نے بھی ایسا کرنے کی ہمت نہیں کی تھی اور آزادی کو پچھتر سال سے زیادہ ہو گئے کسی حکومت نے ایسا نہیں کیا۔ یوپی حکومت اس کے نتائج سے واقف نہیں ہے۔ اس کا اثر بہت زیادہ ہوگا اور صرف ہندوستان تک محدود نہیں رہے گا۔ پوری دنیا میں اس کی گونج پہنچے گی۔

****

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

● محمد آیت اللہ قادری

خداوند کریم جل شانہ نے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے کم وبیش ایک یا دو لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل دنیا میں بھیجے، ان انبیاء کرام و رسولان عظام علیہم السلام کی شریعتیں سوائے شریعت محمدیہ کے محدود خطے اور مخصوص زمانے تک کے لیے ہوتی تھیں اور ایک ایک زمانے میں کئی نبی بھی ہوتے تھے، پھر اللہ تعالی سبحانہ نے سب کے آخر میں نبی آخر الزماں حضور ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کائنات کے لئے آخری نبی بنا کر مبعوث فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، آپ کی شریعت اور آپ کی تعلیمات قیامت تک باقی و جاری رہیں گی، اس لیے یہ ضروری قرار پایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں وہ تمام صفات و کمالات جمع ہوں، جن سے تمام انبیاء و مرسلین متصف رہے ہوں اور جن کی پوری نسل انسانی کو ضرورت ہے۔ اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ دنیائے عالم پر جو نقوش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ نے چھوڑے ہیں، تاریخِ انسانی اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تمام کمالات کا مجموعہ اور تمام صفاتِ عالیہ کا مظہر اتم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معلم بھی ہیں، مزکی بھی ہیں، ہادی بھی ہیں، شارع بھی ہیں، منتظم بھی ہیں، سیاست دان بھی ہیں، جرنیل بھی ہیں، سپہ سالار بھی ہیں، معاشرت بھی آپ نے سکھائی، معیشت سے بھی آپ نے روشناس کرایا، جنگ کرنے کے طریقوں سے بھی آپ نے باخبر کیا، تجارت کے اصول بھی آپ نے بتلائے۔ بچوں کے ساتھ معاملات، بڑوں کے آداب، بیویوں کے درمیان برابری، اور بین الاقوامی تعلقات بھی آپ نے بتلائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے مختلف پہلو ہیں، اور وہ تمام پہلو اپنے اندر اس قدر جامعیت رکھتے ہیں کہ نسل انسانی کی مکمل ہدایت کا سامان ان کے اندر بطور کمال موجود ہے۔

اسلام نام ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو مکمل نمونہ بنانے کا، اس میں فلسفیانہ موشگافیوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے، بلکہ جو فلسفہ اسلامی شریعت سے متصادم ہو، اسے اسلام میں ہرگز جگہ نہیں دی گئی ہے۔ اسلام میں افلاطونی اشراقیت یا نو افلاطونی استدلالیت کو کوئی دخل نہیں، ان میں سے کسی کی ضرورت عملی زندگی میں پیش نہیں آتی ہے،

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے از ابتدا تا وفات ہر جگہ اور ہر موقع پر اپنی ہی زندگی کو بطور نمونہ پیش کیا ہے اور مسلمانوں نے وہی رنگ اپنی حیات کے لیے اختیار کیا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔قرآن مجید میں یہ حکم بار بار آیا ہے کہ اہل ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کریں اور ان کی زندگی کو اپنے لیے بہترین نمونہ سمجھیں۔ارشاد باری تعالی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ—(الاحزاب:۲۱)

ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

پوری انسانیت کو انہی کی سیرت طیبہ کی اتباع واطاعت کا حکم فرمایا ہے:

قُلْ إِنْ كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ—(آل عمران:۳۱)

ترجمہ : اے محبوب! آپ کہہ دیجیے: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا، اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

کسی جماعت کو اپنے پیشوا کی اتباع کا حکم دینا بظاہر ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے،لیکن ذرا غور کیجئے تو یہ ایسی غیر معمولی جرأت اور اتنا بڑا کمال ہے کہ شاید اس کی کوئی دوسری مثال نہ مل سکے۔انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ دنیا کے کسی پیشوا، مصلح، فاتح، بادشاہ، استاد یا فلسفی میں یہ جرأت ہرگز نہیں کہ وہ اپنی زندگی کو لوگوں کے سامنے بطور نمونہ پیش کرسکے، کیونکہ تاریخ انسانی میں کوئی ہستی ایسی نہیں جس کی زندگی ہر پہلو اور ہر اعتبار سے ایک مکمل اور نمونہ کی زندگی ہو اور وہ جرأت و بے باکی کے ساتھ اپنی خلوت وجلوت کی زندگی کو ساری انسانیت کے لیے بطور ایک مثالی زندگی پیش کرے۔از آدم تا ایں دم ہزاروں لیڈر، رہنما اور سردار پیدا ہوئے لیکن ان میں سے کسی ایک کی زندگی بھی ہر پہلو سے مکمل نظر نہیں آتی ہے۔اگر کوئی اچھا رہنما ہے تو اچھا باپ نہیں، اچھا باپ ہے تو اچھا سپاہی نہیں، اچھا سپاہی ہے تو رحم دل نہیں، رحم دل ہے تو منصف نہیں۔

اسی طرح آج کے دور میں اگر کوئی اعلی درجہ کا سائنس داں ہے تو وہ اخلاق و کردار سے عاری ہے، کوئی فلسفی ہے اور وہ اپنی پوری صلاحیتوں کے ساتھ فلسفیانہ مسائل کے حل میں منہمک نظر آتا ہے تو سیاسی وسماجی صلاحیتوں سے بے بہرہ ہے۔کیا آپ نے کبھی دیکھا یا سنا ہے کہ کسی کامیاب ترین صنعت کار نے غریب اور مزدوروں کی آبادی کو ڈاکوؤں سے بچانے کے لیے کسی اندھیری رات میں شجاعت اور بہادری کا ثبوت دیا ہو یا کسی کامیاب دینی پیشوا نے کسی میدان جنگ میں کامیابی کے ساتھ سپہ سالاری کے فرائض انجام دیے ہوں؟ ایسا نمونہ آپ کی نظر سے کبھی نہیں گزرا ہوگا کہ ایک باکمال تاجر ایک باکمال واعظ، پیشوا، سربراہ حکومت اور ایک کامیاب سپہ سالار بھی ثابت ہوا ہو اور ساتھ ہی وہ شخص ایک اچھا ہمسایہ، ایک اچھا باپ، ایک اچھا شوہر اور بہترین بھائی بھی نظر آئے۔

کوئی یہ سمجھتا ہو کہ آج کے عہد حاضر میں کوئی ایک شخص ایسا نہیں جس کی زندگی ہر اعتبار سے مکمل ہو لیکن ہوسکتا ہے گزشتہ ادوار میں ایسے لوگ رہے ہوں جن کی زندگی کے تمام پہلو کامل و مکمل تھے، تو عرض ہے کہ پچھلے زمانوں میں جن ہستیوں کو دنیا والوں

نے عزت وعظمت کی نگاہ سے دیکھا ہے اور جن کی اتباع وتقلید کا قلادہ اپنی گردنوں پر لٹکایا ہے یا جن بڑی شخصیات کو انسانیت کے مقام ومرتبے سے اٹھا کر خدائی وآفریدگاری کی مسندوں پر بٹھا دیا گیا ہے، ان کی سیرتیں دنیا والوں کے سامنے موجود ہیں، ان کی سیرتوں کا مکمل مطالعہ کریں، کسی ایک کی سیرت بھی نہیں ملے گی جس کا ہر باب کامل ومکمل ہو اور عام انسانوں کے لیے نمونہ اور قابل تقلید وعمل ہو۔ حتیٰ کہ انبیاء ماسبق کی سیرتیں جو ان کی امتوں کے لئے کامل وواجب التقلید تھیں، اب وہ بھی محفوظ نہیں رہیں، نیز ان انبیاء کرام میں سے ہر ایک کی زندگی کے تمام پہلو نمایاں بھی نہیں تھے، مثلاً: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شادی نہیں کی، گھر نہیں بنایا، ساری زندگی سیر وسیاحت میں گزاری، اب ایک صاحب اہل وعیال شخص ان کی زندگی کو اپنے لئے نمونہ کس طرح بنا سکتا ہے؟ اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالی نے بادشاہت عطا کی تھی، ایک غریب ومفلوک الحال آدمی غربت وافلاس کی حالت میں کس سے رہنمائی حاصل کرے گا؟ پھر بعض انبیاء کرام کی زندگیاں ان کی امتوں کے لیے تو نمونہ تھیں لیکن قیامت تک دنیائے ہست وبود میں آنے والی نسل انسانی کے لیے تمام امور دنیاوی میں نمونہ نہیں تھیں، لہذا آج کے مادیت زدہ اور ترقی یافتہ دور میں کوئی شخص ان کی زندگیوں کو اپنے لیے نمونہ اور آئیڈیل بنانا چاہے تو مشکل اور ناممکن ہے۔

تاریخ عالم شاہد ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی انسان ایسا پیدا نہیں ہوا جس نے خود اپنی ہی زندگی کو اپنی دعوت کی صداقت کے لیے بطور دلیل پیش کیا ہو، یہ بڑا ہی مشکل بلکہ ناممکن کام ہے کہ کوئی مصلح، قائد یا پیشوا ایسی جرأت کر سکے اور اپنی ہی زندگی کو اپنے دعوے کی صداقت کے لیے بطور دلیل پیش کر سکے۔ لاکھوں اور کروڑوں عیب جو آنکھیں اسے کبھی معاف نہیں کریں گی اور اس کی زندگی کا سب سے کمزور پہلو لوگوں کی آنکھوں سے چھپا ہوا نہیں رہ سکے گا، مگر زمانے کی آنکھوں نے ایک ایسی بے مثال، عیوب ونقائص سے مبرا شخصیت بھی دیکھی ہے کہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہونے والا، عبدالمطلب کا پوتا ''محمد بن عبداللہ'' نے ''محمد رسول اللہ'' ہونے کا اعلان کیا اور قوم کو بت پرستی کے بجائے خدا پرستی کی دعوت دی اور کفار ومشرکین نے آپ ﷺ سے خدا کے ایک ہونے پر دلیل طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چالیس سالہ زندگی کو پیش کیا، قرآن کی شہادت ملاحظہ فرمائیں:

فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِيكُمۡ عُمُرٗا مِّن قَبۡلِهِۦٓۚ أَفَلَا تَعۡقِلُونَ ــــ (یونس: ۱۶)

یعنی میں نے تمہارے درمیان اپنی عمر کے چالیس سال گزارے ہیں، میری پوری زندگی تمہارے سامنے ہے، پھر بھی تم نہیں سمجھ پا رہے ہو، حالاں کہ تم جانتے ہو کہ میں نے تم سے کبھی جھوٹ نہیں کہا۔

کفار ومشرکین کو بھی اس کا اعتراف تھا کہ حضور ﷺ نے کبھی کسی سے جھوٹ نہیں کہا ہے، حدیث نبوی ہے:

عن ابن عباس رضی الله عنهما، قال: لما نزلت وانذر عشيرتك الاقربين ورهطك منهم المخلصين خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى صعد الصفا فهتف يا صباحاه، فقالوا: من هذا؟ فاجتمعوا إليه،

فقال: ارایتم إن اخبرتکم ان خیلا تخرج من سفح ھذا الجبل، اکنتم مصدقی؟ قالوا: ما جربنا علیك كذبا، قال: فإنی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید، قال ابو لھب: تبا لك ما جمعتنا إلا لھذا، ثم قام، فنزلت تبت یدا ابی لھب و تب ۔۔۔(صحیح بخاری: ۲۲۱/۶)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: وأنذر عشیرتك الأقربین یعنی آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے اور اپنے گروہ کے ان لوگوں کو ڈرائیے جو مخلصین ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور پکارا: یا صباحاہ! قریش نے کہا یہ کون ہے، پھر وہاں سب آ کر جمع ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے، اگر میں تمہیں بتاؤں کہ ایک لشکر اس پہاڑ کے پیچھے سے آنے والا ہے، تو کیا تم مجھ کو سچا نہیں سمجھو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہمیں جھوٹ کا آپ سے تجربہ کبھی بھی نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر میں تمہیں اس سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو تمہارے سامنے آرہا ہے۔ یہ سن کر ابولہب بولا، تو تباہ ہو، کیا تو نے ہمیں اسی لیے جمع کیا تھا؟ پھر ابولہب وہاں سے چلا گیا اور آپ پر یہ سورت نازل ہوئی تبت یدا أبی لھب و تب یعنی ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ برباد ہو گیا۔

توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے، عقیدۂ توحید انسانی عظمت کا ضامن ہے اور انسان کو عمل صالح کی بنیاد فراہم کرتا ہے، اس لیے دعوی توحید اسلام کا سب سے بڑا دعوی ہے اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ سب سے بڑے دعوے کی دلیل بھی سب سے بڑی ہوا کرتی ہے اور وہ دلیل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس سالہ مکی زندگی ہے۔ لہٰذا دعوت توحید و اعلان نبوت کے وقت خود اپنی ہی زندگی کو بطور دلیل پیش کرنے کا مطلب ہے کہ توحید کی سب سے بڑی دلیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ عقیدۂ توحید کا بنیادی رکن ہے جس کے بغیر عقیدۂ توحید مکمل ہو ہی نہیں سکتا۔

انبیائے سابقین کا معمول رہا ہے کہ وہ دعوت توحید پیش کرتے وقت بطور دلیل اللہ کی طرف سے عطا کردہ کوئی معجزہ پیش کرتے تھے، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور معجزہ کو پیش کرنے کے بجائے اپنی مقدس زندگی کو بطور دلیل پیش کر کے مخالفین و معترضین کے اختلاف و اعتراض کے تمام دروازے بند کر دیے، اگر آپ کی ذات مقدسہ اور حیات مبارکہ میں کوئی کمی ہوتی یا کوئی عیب کسی کو نظر آتا تو وہ خاموش نہیں رہتا اور سب کا سکوت بلکہ ''ما جربنا'' کہہ کر مہر تصدیق ثبت کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ نہ صرف کامل و مکمل زندگی ہے، بلکہ تمام بنی نوع انسان کے لیے بطور نمونہ واجب التقلید بھی ہے اور اس سے یہ نتیجہ بھی برآمد ہوتا ہے کہ ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم چند معمولی خوبیوں کی جامع نہیں ہے، بلکہ دنیا جہان کی ساری خوبیاں آپ کی ذات اقدس میں جمع ہیں اور آپ کا وجود مقدس اللہ تعالی کی طرف سے عظیم ترین معجزہ ہے ؏

ہے تر سٹھ سال کا ہر ایک لمحہ معجزہ تیرا

انسانوں کو اس دنیاوی زندگی میں کبھی باپ کے فرائض تو کبھی بیٹے کے فرائض انجام دینے ہوتے ہیں، کبھی داغ یتیمی سہنا

پڑتا ہے تو کبھی اہل وعیال کا بار اپنے کندھوں پر اٹھانا پڑتا ہے، انسان کبھی حاکم وسردار اور سلطان کے عہدوں پر فائز ہوتا ہے تو کبھی تاجر وصنعت کار بنتا ہے، انسانی زندگی کبھی غربت وافلاس اور مصائب وآلام سے دو چار ہوتی ہے تو کبھی امارت وریاست اور خوشحالی وفراوانی سے بھی لطف اندوز ہوتی ہے، کبھی آل واولاد اور رشتہ داروں کی موت کا غم لاحق ہوتا ہے تو کبھی ظالم کے ظلم وستم کا مقابلہ اور مظلوم کی مدد ومعاونت کے لئے خود کو آمادہ کرنا پڑتا ہے، اپنے لیے ضروریات زندگی کی بہم آوری کی مہم بھی سر کرنی ہوتی ہے تو پوری قوم کی رکھوالی کے لیے اپنی آسائش کو قربان کرنا پڑتا ہے اور زندگی کے ان تمام شعبوں میں رہبری ورہنمائی کے لیے خالق ارض وسما جل مجدہ الکریم نے صرف ایک ذات یعنی ذات محمدی کو مدار ہدایت قرار دیا ہے۔آپ زندگی کے کسی دور میں ہوں اور آپ کو جس کسی مرحلہ میں صحیح اور بہترین عملی نمونہ حیات کی ضرورت محسوس ہو، آپ سید الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو اپنے لیے بہترین رہنما اور کامل ترین معلم پائیں گے۔

اگر آپ بچوں کے باپ ہیں تو زینب، رقیہ، کلثوم اور فاطمہ سلام اللہ علیہن کے مقدس باپ کو دیکھیے کہ: آنحضرت ﷺ نے والد ہونے کا فریضہ کس اسلوب کے ساتھ انجام دیا اور آپ ﷺ اپنی اولاد سے کس قدر محبت کرتے تھے، درج ذیل حدیث شریف سے اس کا اندازہ ہوتا ہے:

عن عائشة رضی الله عنها قالت: مارأيت أحدا كان أشبه سمتا وهديا ودلا (وفی رواية) حديثا وكلاما برسول الله صلى الله عليه وسلم من فاطمة، كانت إذا دخلت عليه، قام إليها، فأخذ بيدها فقبلها وأجلسها فی مجلسه، وكان إذا دخل عليها، قامت إليه، فأخذت بيده فقبلته وأجلسته فی مجلسها ـــ (سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب السلام، ص:۷۰۸)

ترجمہ : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ: میں نے طور طریقہ، عادات وروش اور نیک خصلتی (اور ایک روایت میں ہے کہ) بات چیت اور کلام میں رسول کریم ﷺ کی مشابہت حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ورضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ کسی شخص میں نہیں دیکھی، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف (متوجہ ہو کر) کھڑے ہو جاتے، پھر ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیتے، ان کو بوسہ دیتے اور پھر ان کو اپنے بیٹھنے کی جگہ پر بٹھاتے، اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ آپ کو دیکھ کر کھڑی ہو جاتیں، آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیتیں، پھر آپ کے دست مبارک کو بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔

اگر آپ شوہر ہیں تو خدیجہ اور عائشہ رضی اللہ عنہما کے فرض شناس اور محبت بھرے پاک شوہر کو دیکھیے۔حضور نبی کریم ﷺ کی بیرونی اور خانگی زندگی، آپ ﷺ کے حالات ومعمولات، واقعات ومعاملات خلوت وجلوت من وعن امت کے سامنے موجود ہیں۔ آپ ﷺ ازواج مطہرات ؓ کے حقوق میں مساوات وعدل کو ہمیشہ ملحوظ رکھتے تھے، آپ ﷺ کے ازدواجی تعلقات حسنِ معاشرت

اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ تھے۔آپ ﷺ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے زانو سے ٹیک بھی لگا لیتے تھے،اسی حالت میں قرآن کی تلاوت بھی فرماتے،کبھی ایسا بھی ہوتا کہ وہ ایام سے ہوتیں مگر آپ ﷺ ان کی طرف التفات فرماتے۔ یہ سب آپ ﷺ کے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ حسن اخلاق اور لطف وکرم کا نتیجہ تھا۔

جب آپ ﷺ مدینہ طیبہ میں ہوتے تو روزانہ عصر کے بعد تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے پاس تشریف لے جاتے اور ہر ایک کی ضرورت معلوم کرکے اس کی تکمیل فرماتے،جب سفر پر روانہ ہوتے تو ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے،جن کا نام نکل آتا،انہیں ساتھ لے جاتے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ باہر سے تشریف لائے،گھر کے صحن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ پیالہ سے پانی پی رہی ہیں،وہیں سے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:اے حمیرا! تھوڑا پانی میرے لیے بھی بچانا۔جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کچھ پانی بچا کر خدمت اقدس ﷺ میں پیش کیا تو نوش فرمانے سے پہلے معلوم کیا:اے حمیرا!تم نے اس پیالہ کے کس حصے سے لب لگا کر پانی پیا؟ تاکہ میں بھی اس جگہ سے پانی پیوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کنت اشرب وانا حائض، ثم اناوله النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فیضع فاہ علی موضع فی، فیشرب، واتعرق العرق، وانا حائض، ثم اناوله النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فیضع فاہ علی موضع فی—(صحیح مسلم باب جواز غسل الحائض راس زوجھا و ترجیلہ ۱۴۳/۱)

ترجمہ : میں حالت حیض میں پانی پیتی، یا ہڈی چوستی، پھر میں آپ ﷺ کو دیتی تو آپ ﷺ اسی مقام سے نوش فرماتے اور ہڈی سے گوشت نکال کر کھاتے جہاں سے میں پیتی یا کھاتی۔

کبھی ازواج مطہرات کی دلجوئی کے لیے دوڑ میں مقابلہ بھی ہوا،کبھی ان کی خاطر جوئی کے لیے ہنسی اور تفریح میں بھی حصہ لیا،یہ بھی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی تالیفِ قلب کے لیے تھا۔چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے:

انہا کانت مع النبی ﷺ فی سفر قالت فسابقتہ فسبقتہ علی رجلی فلما حملت اللحم سابقتہ فسبقنی فقال ھذہ بتلك السبقة —(سنن ابی داؤد،کتاب الجہاد ص:۳۴۸)

ترجمہ : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں ایک سفر میں حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھی تو پیدل دوڑ میں آپ ﷺ کے ساتھ میرا مقابلہ ہوا تو میں حضور ﷺ سے آگے نکل گئی،اس کے بعد جب (موٹاپے) سے میرا جسم بھاری ہوگیا تو (اس زمانے میں بھی ایک دفعہ) ہمارا دوڑ میں مقابلہ ہوا تو آپ ﷺ جیت گئے،اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تمہاری اس جیت کا جواب ہوگیا۔

بعض اوقات ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن اِدھر اُدھر کے قصے یا گزرے ہوئے واقعات بیان کرتیں تو آپ ﷺ برابر سماعت فرماتے رہتے اور خود بھی کبھی اپنے واقعات سناتے۔ کھانے پینے میں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو کوئی روک ٹوک نہیں تھی، جو دستیاب ہوتا اس میں سے جو چاہتیں کھاتیں اور جو چاہتیں پہنتیں۔ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن پر لعن طعن نہ فرماتے اور نہ ہی ان سے سخت اور درشت لہجہ میں گفتگو فرماتے، اگر کوئی بات ناگوار خاطر ہوتی تو التفات میں کمی فرما دیتے۔

حضور نبی کریم ﷺ ازواج مطہرات کے کاموں میں ان کی معاونت فرماتے، گھر میں آٹا گوندھ دیتے، گھر کی دیگر ضروریات پوری فرما دیتے، بکری کا دودھ دوہتے، اپنے کام خود کر لیتے حتیٰ کہ اپنے کپڑے سی لیتے، اپنے جوتے سی لیتے اور وہ تمام کام کرتے جو مرد اپنے گھر میں کرتے ہیں۔

اگر آپ خود کسی قوم کے سردار اور سربراہ حکومت ہیں تو مدینہ منورہ کے پاک سربراہ حکومت پر نظر ڈالیے کہ ایک حکمران کو رعایا کے ساتھ کس طرح عدل و انصاف کرنا چاہیے اور قیدیوں کے ساتھ کیسا سلوک برتنا چاہیے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے اس کو سیکھیے کہ حضور ﷺ اپنے سینے میں قوم و ملت کا کس قدر درد رکھتے تھے اور ان کی اصلاح کا کتنا خیال کرتے تھے۔ غور کیجئے، جنگ بدر میں فتح کے بعد ستر مشرکین مکہ قید ہوئے، سب کی مشکیں کسی گئیں، رات بھر سب اسی طرح مشک بندر ہے، ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک قیدی کے کراہنے کی آواز آئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز سے پہچان لیا کہ وہ آپ کے چچا عباس تھے۔ آپ نے پوچھا کہ کیا عباس کراہ رہے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں! آپ چپ رہے، صحابہ نے اس کو محسوس کیا کہ وہ آپ کے چچا ہیں، اس لیے ان کی کراہ سن کر آپ کا قلب مبارک بے چین ہوگیا، اس لیے لوگوں نے عرض کیا کہ حضور حکم دیں تو ان کی مشکیں ڈھیلی کر دی جائیں؟ آپ نے فرمایا کہ سب قیدیوں کی مشکیں ڈھیلی کر دو۔

اگر آپ فوجوں کے کمانڈر ہیں تو بدر و خیبر اور دیگر غزوات کے کماندار کو دیکھیے، کہ قلت فوج اور ساز و سامان کی کمی کے باوجود کثیر سے کثیر فوج کو شکست دے کر دشمنوں پر کس طرح غلبہ پایا جاتا ہے، دشمن حملہ آور ہوں تو کس حکمت عملی سے ان کا دفاع ممکن ہوسکتا ہے؟ یہ ساری خوبیاں حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس میں جمع تھیں۔

اگر آپ فاتح ہیں تو مکہ کے فاتح کو دیکھیے، کہ جن لوگوں نے حضور اکرم ﷺ اور آپ کے جانثاروں کو ہر طرح سے ستایا، ظلم ڈھایا، گھربار چھوڑنے پر مجبور کیا، جان لیوا حملے کیے، کئی ایک کو شہید بھی کر دیا، پھر بعد ہجرت بھی ظلم کا سلسلہ بند نہ ہوا، جنگیں ہوئیں، جنگ احد میں حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہ کو شہید کر دیا گیا، خود حضور ﷺ کے دندان مبارک شہید کر دیے گئے، پھر بھی ظالموں کے ظلم کا سلسلہ نہیں رکا، بلکہ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کا فیصلہ کر لیا اور تمام قبائل کو اکٹھا کر کے مدینہ پر حملہ آور ہوئے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی کے مشورہ سے مدینہ کے اردگرد خندق کھودلی جس کے سبب مشرکین مکہ ان کا کچھ نہ

بگاڑ سکے، ان تمام نا قابل تلافی جرائم کے باوجود جب مکہ فتح ہوا تو آپ ﷺ نے ان کفار ومشرکین کے تمام ظلم وستم کو نظر انداز کر کے عام معافی کا اعلان فرمادیا اور ارشاد ہوا:

لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء۔

ترجمہ : آج تم پر تمہارے کئے کی کوئی ملامت نہیں ہے، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

اور کہیں شکست ہو جائے تو جنگ احد کے سردار مدینہ کو دیکھیے، کہ زخم سے چور ہیں، دندان مبارک شہید ہو گئے لیکن اس حالت میں بھی آقائے رحیم وکریم ﷺ ان کی ہدایت کے لئے اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں:

اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔

ترجمہ : اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے، اس لئے کہ یہ مجھے نہیں جانتے ہیں۔

اگر آپ کو منصف اور جج کے فرائض انجام دینے پڑیں تو مسجد نبوی میں معدلت پروری کے نمونے دیکھیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس عدل وانصاف کی علمبردار رہے، آپ ﷺ نے عالمی عدل وانصاف کے قیام کے لیے اصولی تعلیم اور اس کے اعلی نمونے پیش کیے ہیں، آپ ﷺ نے بہ حیثیت انسان مسلم وغیر مسلم، یہود ونصاری سب کے حقوق قائم کیے اور سب کو ایک انصاف عطا فرمایا، حتی کہ آپ ﷺ نے اپنی ذات کے ساتھ بھی انصاف کر کے دکھایا، جو ایک منصف کے لیے بڑا امتحان ہوتا ہے، آپ ﷺ کا انصاف اپنوں اور غیروں سب کے لیے برابر ہوتا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

ان امراۃ سرقت علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فقالوا: ما نکلمہ فیھا ما من احد یکلمہ إلا حبہ اسامۃ فکلمہ، فقال: یا اسامۃ إن بنی إسرائیل ھلکوا بمثل ھذا، کان إذا سرق فیھم الشریف ترکوہ، وإن سرق فیھم الدون قطعوہ، وإنھا لو کانت فاطمۃ بنت محمد لقطعتھا ــــ (سنن النسائی ۷۲/۸)

ترجمہ : ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چوری کی، ان لوگوں نے کہا: اس سلسلے میں ہم حضور ﷺ سے بات نہیں کر سکتے، حضور ﷺ سے صرف آپ کے محبوب اسامہ ہی بات کر سکتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حضور ﷺ سے اس سلسلے میں عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسامہ! ٹھہرو، بنی اسرائیل انہی جیسی چیزوں سے ہلاک ہوئے، جب ان میں کوئی اونچے طبقے کا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر ان میں کوئی نچلے طبقے کا آدمی چوری کرتا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیتے۔ اگر اس کی جگہ فاطمہ بنت محمد بھی ہوتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔

انصاف پروری وعدل گستری کے بے شمار واقعات احادیث وسیر کی کتابوں میں موجود ہیں۔

اگر کوئی مزدور ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدوری بھی کی ہے، ایک مزدور کو کس طرح اپنے مفوضہ فرائض انجام دینا چاہیے، کام سے جی چرانا، وقت کو برباد کرنا اور مزدوری پوری لینا ایک مسلمان مزدور کا شیوہ نہیں ہوسکتا، اگر آپ مزدور سے کام لے رہے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مزدوروں کو ان کا پسینہ سوکھنے سے پہلے ان کی مزدوری دے دو، یعنی ادائیگی میں

دیر نہ کرو، ان کو جلد رخصت کرو کہ وہ اپنے گھر جا کر آرام کرسکیں۔

اگر کسی پر افلاس وفاقہ کشی کا دور آجائے اور وہ فقر ومسکنت اور بے چارگی میں مبتلا ہو جائے تو غزوۂ خندق وجیش العسرہ کے حالات اور حضور اقدس ﷺ کی فقر وفاقہ میں بسر ہونے والی زندگی پر غور کرے۔اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں فقر ومسکینیت کا بھی ایک دور ملے گا، وہ اس دور کی زندگی کے حالات سے سبق لے سکتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فقر وفاقے کا یہ عالم تھا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ اور آپ کے اہل وعیال کئی کئی راتیں پے در پے بھوکے گزار دیتے تھے۔فقیری ومسکینی میں شہنشاہ کونین ﷺ نے کس طرح صبر وشکر اور سیر چشمی سے زندگی بسر فرمائی ہے، چند روایات ملاحظہ کریں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا. قَالَتْ: كَانَ يَأْتِي عَلَيْنَا الشَّهْرُ مَا نُوقِدُ فِيهِ نَارًا، إِنَّمَا هُوَ التَّمْرُ وَالمَاءُ، إِلَّا أَنْ نُؤْتَى بِاللُّحَيْمِ —(صحیح بخاری:۱۲۱/۸)

ترجمہ : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: ہم پر مہینہ گزر جاتا، ہمارا چولہا نہیں جلتا تھا۔ہم صرف پانی اور کھجوروں پر گزارا کرتے تھے۔ہاں کبھی کبھار تھوڑا سا گوشت کہیں سے آجاتا تھا۔

ایک دوسری روایت ہے:

أَنَّهَا قَالَتْ لِعُرْوَةَ: ابْنَ أُخْتِي، إِنْ كُنَّا لَنَنْظُرُ إِلَى الهِلاَلِ ثَلاَثَةَ أَهِلَّةٍ فِي شَهْرَيْنِ، وَمَا أُوقِدَتْ فِي أَبْيَاتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَارٌ فَقُلْتُ: مَا كَانَ يُعِيشُكُمْ؟ قَالَتْ: الأَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالمَاءُ، إِلَّا أَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِيرَانٌ مِنَ الأَنْصَارِ، كَانَ لَهُمْ مَنَائِحُ، وَكَانُوا يَمْنَحُونَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَبْيَاتِهِمْ فَيَسْقِينَاهُ —(صحیح بخاری:۱۲۱/۸)

ترجمہ : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عروہ بن زبیر سے فرمایا: اے میرے بھانجے! ہمارا یہ حال تھا کہ ہم دو ماہ میں تین چاند دیکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں آگ نہیں سلگتی تھی۔میں نے پوچھا: پھر آپ لوگوں کا گزارا کیسے ہوتا تھا؟ انہوں نے فرمایا: دو سیاہ چیزوں پر یعنی پانی اور کھجوریں۔ہاں آپ کے کچھ انصاری پڑوسی تھے جن کے پاس دودھ دینے والی اونٹنیاں تھیں، وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے دودھ بھیج دیتے اور آپ ہمیں وہی دودھ پلا دیتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَأْكُلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خِوَانٍ حَتَّى مَاتَ، وَمَا أَكَلَ خُبْزًا مُرَقَّقًا حَتَّى مَاتَ —(بخاری کتاب الزھد)

ترجمہ : نبی کریم ﷺ نے کبھی میز پر کھانا نہیں کھایا۔یہاں تک کہ آپ ﷺ کی وفات ہوگئی اور نہ وفات تک آپ ﷺ

نے کبھی چپاتی روٹی تناول فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ کے کھانے میں اکثر و بیشتر جو کی روٹی ہوا کرتی تھی وہ بھی ہمیشہ پیٹ بھر کر نہیں کھاتے تھے۔

و کان اکثر خبزھم خبز الشعیر—(شمائل ترمذی ص:۹)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما شبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خبز الشعیر یومین متتابعین حتی قبض—(شمائل ترمذی ص:۹)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے لگاتار دو دن جو کی روٹی شکم سیر ہو کر نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ ﷺ دنیا سے رحلت کر گئے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی شکم سیر ہو کر نہیں کھایا اور نہ ہی کبھی فقر و فاقہ کا شکوہ کسی سے فرمایا—(زرقانی علی المواہب، ج:۴، ص:۳۱۱)

حضور ﷺ کا فقر و فاقہ اختیاری تھا، جو آپ ﷺ کو غنا سے زیادہ پیارا تھا ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں اللہ نے خزانۂ ارض کی کنجیاں دے دی تھیں۔ اللہ کی تمام نعمتیں اور کائنات کی ساری برکتیں آپ ﷺ کے بے مثل ہاتھوں میں تھیں، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالی نے حکم دیا کہ اگر تم چاہو تو میں مکے کی پتھریلی زمین کو تمہارے لیے سونا بنا دوں۔ میں نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! نہیں، بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن آسودہ رہوں اور ایک دن بھوکا رہوں، جب بھوکا رہوں تو تیری طرف زاری و عاجزی کروں اور دل و جان سے تجھ کو یاد کروں اور جب آسودہ رہوں تو تیرا شکر اور تیری حمد کروں—(ترمذی، کتاب الزہد)

اور اگر آپ کے پاس دولت آجائے تو مسجد نبوی میں بیٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سنہرے سکوں کے ڈھیر پر نظر ڈالیے کہ حضور ﷺ نے کتنی دریادلی کے ساتھ ان کو لوگوں میں تقسیم فرما کر دنیا والوں کو سخاوت و بخشش کا درس دیا ہے۔ ایسے بے شمار واقعات آپ ﷺ کی سخاوت و دریادلی کے احادیث و سیر کی کتابوں میں مرقوم ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جو بھی آتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو خالی واپس نہیں کرتے تھے، ہر سائل کو ان کی مرضی کے مطابق عطا کرتے تھے، جو جس چیز کا سوال لے کر حاضر خدمت ہوتا، اس کا سوال پورا کیا جاتا تھا، بلکہ کبھی مانگنے والے کو مانگنے سے سوا بھی عطا ہوتا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

ماسئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الاسلام شیئا الا اعطاہ قال فجاءہ رجل فاعطاہ غنما بین جبلین فرجع الی قومہ وقال یاقوم اسلموا فان محمدا یعطی عطاء لا یخشی الفاقۃ—(صحیح مسلم ۷/۷۴)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسلام لانے پر جو کچھ مانگا جاتا، آپ ﷺ عطا کرتے تھے، چنانچہ ایک شخص

نے سوال کیا تو آپ نے دو پہاڑوں کے درمیان (جتنی بکریاں آتی تھیں) اس کے برابر بکریاں اسے عنایت فرما دیں، جب وہ شخص واپس اپنی قوم میں گیا تو انہیں پکار کر کہنے لگا سارے کے سارے مسلمان ہو جاؤ۔ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا دیتے ہیں کہ کبھی بھی فاقہ کا خوف نہیں رہتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ شان سخاوت اور یہ خلق جود وکرم رمضان المبارک میں اپنے کمال پر دکھائی دیتا تھا۔ اس لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے اور آپ کی شان اجود الناس بالخیر اور اکرم الناس بالخیر تھی۔ سب سے زیادہ جود وکرم کے ساتھ حاجتمندوں، ضرورتمندوں اور محتاجوں پر خرچ کرتے تھے۔ آپ کے خرچ کرنے اور سخاوت کرنے کی شان ''الریح المرسلہ'' تیز ہوا کی طرح تھی جو کچھ مال غنیمت، تحائف، ہدایا، عطیات، صدقات، خیرات آتے وہ فوراً خرچ کر دیتے۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجود الناس بالخیر واجود ما کان فی شهر رمضان وکان اذالقیه جبرئیل علیه السلام اجود بالخیر من الریح المرسلة—(صحیح بخاری، ۵/۱)، صحیح مسلم، ۱۸۰۲/۴)

ترجمہ: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے بڑھ کر سخی تھے اور رمضان المبارک میں بہت سخاوت فرماتے اور جب بھی جبرائیل امین علیہ السلام آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو آپ تیز ہوا سے زیادہ سخاوت فرماتے۔

صحیح بخاری کی ایک روایت یہ بھی ہے:

حمل الیه تسعون الف درهم فوضعت علی حصیر ثم قام الیها فقسمها فما رد سائلا حتی فرغ منها وجاء ه رجل فساله فقال ما عندی شئی ولکن ابتع علی فاذا جاء نا شئی قضیناه فقال له عمر ما کلفك الله مالا تقدر علیه فکره النبی صلی الله علیه وآله وسلم ذلك فقال رجل من الانصار یارسول الله انفق ولا تخف من ذی العرش اقلالا. فتبسم رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وعرف البشر فی وجهه وقال وبهذا امرت—(صحیح بخاری: ۲۲/۱)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں نوے ہزار درہم آئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو بورے کی چٹائی پر رکھ کر کھڑے ہو گئے اور آپ نے ان کو تقسیم کرنا شروع کر دیا اور کسی بھی سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹایا، یہاں تک کہ سب کے سب درہم تقسیم کر دیئے۔ اس کے بعد ایک سائل آیا اور سوال کیا تو آپ نے فرمایا: اب میرے پاس کچھ نہیں لیکن تم میرے نام پر خرید لو، جب میرے پاس مال آئے گا تو میں ادا کر دوں گا۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس چیز کا مکلف نہیں بنایا۔ جس پر آپ قادر نہ ہوں (تو اتنی زحمت کیوں فرما رہے ہیں؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس بات کو سن کر ناپسند کیا، انصار میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ خرچ کرتے جائیے اور عرش کے مالک رب سے کسی کمی کا خوف نہ کیجئے، یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا مسکرائے کہ اس بات کی خوشی کے آثار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ اقدس پر نمودار ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔

اگر آپ بادشاہوں سے کسی معاملہ پر خط وکتابت کریں تو صلح حدیبیہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو دیکھیے اور اگر آپ مختلف طبقات کے وفود سے اہم ترین اجتماعی مسائل میں گفتگو کرنے والے ہوں تو ۹رہجری یعنی عام الوفود میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھیے اور اپنے لیے راہ ہدایت حاصل کیجئے۔

خدائے قدیر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل زندگی کو محفوظ رکھنے کا انتظام فرمادیا ہے اور امت میں ایسے رجال وافراد پیدا کردیے ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کی تاریخی طور پر حفاظت کی۔انہوں نے رہتی دنیا تک تمام انسانوں کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو اپنانے کی راہ ہموار کردی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی کا علم حاصل کرکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو نمونہ بنانے کا سامان مہیا کردیا ہے۔اس لئے صبح قیامت تک آپ ﷺ کی سنت وسیرت باقی رہے گی اور ہمیشہ لوگ اس پر عمل کرکے ہدایت پاتے رہیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی بار باراس کی تاکید فرمائی کہ جو کچھ میرے اقوال سنو یا میرے اعمال دیکھو، اسے چھپاؤ نہیں، اپنے ہی تک محدود بھی نہ رکھو، بلکہ زیادہ سے زیادہ اس کی اشاعت کرو، دوسروں کو سناؤ، دوسروں کو اس پر عمل کرنے کی تاکید کرو۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر جماعت صحابہ سے ارشاد فرمایا:

فلیبلغ الشاھد الغائب فانہ رب مبلغ یبلغہ من ھو اوعی لہ۔۔۔(بخاری:۶۳/۹)

ترجمہ : جو یہاں حاضر ہے وہ میری بات اس کو پہنچادے جو یہاں موجود نہیں ہے، کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ پہنچانے والا شخص جس شخص تک پہنچائے گا وہ اس سے زیادہ حدیث کو یاد رکھنے والا ہو۔

ایک ارشاد مبارک یہ بھی ہے:

بلغوا عنی ولو آیۃ۔

ترجمہ : میری طرف سے پہنچادو اگرچہ ایک ہی حدیث ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی یوم ولادت سے روز رحلت تک کا ہر ہر لمحہ ہر ایک گوشہ محفوظ ہے اور سند کے ساتھ تحقیقی طور پر دنیا کے سامنے موجود ہے۔لہذا سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت واکملیت میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے، دنیائے انسانیت میں کسی بھی عظیم المرتبت ہستی کے حالات زندگی، معمولات زندگی، انداز واطوار، مزاج ورجحان، حرکات وسکنات، نشست وبرخاست اور عادات وخیالات اتنے کامل ومدلل طریقہ پر نہیں ہیں جس طرح کہ ایک ایک جزئیہ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا

تحریری شکل میں دنیا کے سامنے موجود ہے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق افراد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق اشیاء کی تفاصیل بھی سند کے ساتھ سیرت و تاریخ میں ہر خاص و عام کو مل جائیں گی۔

غرض کہ آپ کو جس مرحلۂ زندگی میں اور جس وقت ضرورت پڑے، مشکاتِ نبوت سے نورِ ہدایت حاصل کیجئے، یہی ایک وہ زندگی ہے جو سر چشمۂ ہدایت ہے اور مکمل ہدایت صرف یہیں سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

حسن یوسف، دم عیسی، ید بیضا داری ۞ خط سبز و لب لعل و رخ زیبا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری ۞ خوبی و شکل و شمائل و حرکات و سکنات

صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

شرح اشتہار

سہ ماہی مجلہ المجیب

دنیائے علم و ادب کا مقبول عام سہ ماہی مجلہ ''المجیب''، خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ کا ترجمان — ایک دینی علمی و ادبی مجلہ ہے جو کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ ملک و بیرون ملک ہر جگہ اس رسالہ کو غیر معمولی مقبولیت حاصل رہی ہے۔ یہ رسالہ علماء، ادباء، معلمین و متعلمین، افسران و عہدہ داران بلکہ ہر خاص و عام کے ذوق مطالعہ میں رہتا ہے — اور ہر طبقہ و جماعت کے لوگ اس سے استفادہ کرتے ہیں۔

لہٰذا باذوق تاجرین اور تنظیم و تحریک کے مالکان سے پرخلوص گذارش ہے کہ اس مقبول ترین رسالہ میں اپنا اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں — اور اپنے نام و پتہ کے ساتھ پیشگی رقم ارسال فرمائیں۔ اشتہارات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ملٹی کلر اشتہار

پشت سرورق	مکمل صفحہ	5,000/-	نصف صفحہ	2,500/-	چوتھائی صفحہ	1,250/-
اندرون سرورق	مکمل صفحہ	4,000/-	نصف صفحہ	2,000/-	چوتھائی صفحہ	1,000/-

سادہ اشتہار

اندرون مجلہ	مکمل صفحہ	3,000/-	نصف صفحہ	1,500/-	چوتھائی صفحہ	750/-

خواہش مند حضرات اپنے اشتہارات کے ساتھ پیشگی رقم ادارہ کو پہلی فرصت میں مرحمت فرمائیں تاکہ ان کے آرڈر کو حتمی شکل دی جا سکے۔ UPI / +91-7250433562 @ YBL

۲ گذشتہ سے پیوستہ

تصوف اور صوفیہ کے خلاف اعتراضات کا علمی جائزہ

● حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری رحمہ اللہ

غلو فی الزہد کے زیر عنوان، ناقد تصوف نے توکل پر بھی طویل گفتگو کی ہے اور حسب عادت اہل تصوف کو مطعون کیا ہے، مثلاً یہ لکھا ہے:

''توکل کے معاملے میں بھی بہت سے صوفیاء نے غلو کیا ہے اور اسباب وتدابیر کی نفی ہے''

اہل تصوف میں حضرت جنید بغدادی، امام غزالی، شیخ صدرالدین، ذوالنون مصری، حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر کے اقوال توکل کے متعلق پیش کر کے حسب ذیل رائے ظاہر کی ہے:

''اس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ صوفیاء نے بعض سے قطع نظر، زہد وتوکل کے نام سے رہبانیت یعنی ترک دنیا کی تعلیم دی جس سے اسلام کے تعبدی نظام کو سخت نقصان پہنچا۔ انہوں نے ریاضات اور مجاہدات کے نام سے ایسے بہت سے اعمال و اوراد اختراع کئے جن کا اسلامی شریعت میں کوئی وجود نہیں، نہ عہد نبوت میں اور نہ ہی اس کے بعد کسی صحابی نے اس طرح کے اعمال و اوراد سے کبھی کوئی شغف رکھا۔ ان اصحاب رسول کے یہاں بھی ان چیزوں کا کوئی سراغ نہیں ملتا جو زہد وعبادت میں درجۂ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔

یہ تعبدی اضافات محض اس لئے غلط نہیں ہیں کہ رسول اللہ نے ان کی تعلیم نہیں دی ہے اور صحابہ ان باتوں سے ناواقف تھے، بلکہ اس وجہ سے بھی غلط ہیں کہ وہ غلو پر مبنی اور نفس کشی کے مترادف ہیں۔ انہوں نے کھلے طور پر قرآن اور نبی کی تعلیمات سے انحراف کیا ہے اور اپنے اعمال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل ارشاد کی تردید کی ہے:

”لا تشددوا علی انفسکم فشدد علیکم فان قوما شددوا علی أنفسهم فشدد الله علیهم ، فتلك بقایاهم فی الصوامع والدیار ، وَرَهۡبَانِيَّةٌ ابۡتَدَعُوۡهَا مَا كَتَبۡنٰهَا عَلَيۡهِمۡ “

یہ وہی راگ ہے جو صوفیاء کے خلاف مسٹر اعظمی شروع سے الاپ رہے ہیں، گذشتہ سطور میں ان کے اس دعوے اور نظریے کا بہت کچھ ابطال کیا جا چکا ہے، ان کے ہفوات کی ہر ہر سطر پر گفتگو کرنا تضییع اوقات ہے۔ توکل کے معاملے میں پروفیسر اعظمی نے حسب عادت الجھی ہوئی باتیں کی ہیں، سیدھا اور آسان طریقہ یہ تھا کہ وہ پہلے توکل فی الرزق میں تدبیر و اسباب کی شرط کا لازم ہونا کتاب و سنت سے ثابت کرتے جو ان کا اور ان کی جماعت کا نظریہ ہے اس کے بعد صوفیہ کے موقف کو ظاہر کر کے اپنے مذاق و معیار کے مطابق صوفیوں پر لعنت و ملامت کرتے۔ اس کے برعکس انہوں نے اپنے نظریے پر کوئی دلیل نہیں پیش کی نہ قرآن سے نہ حدیث سے، بات کو الجھا کر چھوڑ دیا، موصوف کی عبارت سے ان کا نظریہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر کوشش و تدبیر کے رزق نہیں دیتا، پہلے آدمی کوشش و تدبیر کرے اس کے بعد اللہ پر توکل کرے یا یہ کہ بغیر کوشش و تدبیر کے رزق کی امید اللہ تعالیٰ سے رکھنا توکل میں غلو ہے۔ صوفیوں کا نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر تدبیر و کوشش کے بھی رزق دینے پر قادر ہے۔ قارئین غور کریں، پروفیسر اعظمی جس عقیدے کو لوگوں پر مسلط کر رہے ہیں وہ اسلامی عقیدہ کیا ہوگا اس سے تو اللہ تعالیٰ کے قدرت و اختیار کی نفی ہو رہی ہے، صوفیوں نے تو اپنے موقف پر دلیل پیش کی اور وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِى الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزۡقُهَا سے استدلال کیا، بغیر کوشش و تدبیر کے رزق حاصل کرنے کی واضح مثال اہل صفہ ہیں، جو حضرت ابوہریرہ کے ارشاد کے مطابق اضیاف الاسلام تھے۔ وہ اسباب و تدبیر سے دستبردار ہو کر صفہ پر بیٹھ گئے تھے، اہل تصوف کے نزدیک ”توکل خالص“ کی یہ مثال موجود تھی قرآن کا یہ ارشاد:

وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا ۝۲ وَّيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ ؕ وَمَنۡ يَّتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسۡبُهٗ ؕ ——(الطلاق)

بھی اہل تصوف کے پیش نظر رہا لیکن پروفیسر موصوف اپنے موقف پر کوئی دلیل نہیں پیش کر سکے بلکہ ان کے نظریے سے توحید پر ضرب پڑتی ہے، معاذ اللہ کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو رزق دینے میں بندوں کی کوشش و تدبیر کا پابند ہو۔ بغیر کوشش، تدبیر اور ان اسباب کے رزق ملنے کی دلیل خود قرآن حکیم میں موجود ہے، منکرین تصوف کے کتمان حق سے حقیقت نہیں چھپ سکتی، کلام پاک کی یہ آیت کریمہ ملاحظہ فرمائیے:

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيۡهَا زَكَرِيَّا الۡمِحۡرَابَ ۙ وَجَدَ عِنۡدَهَا رِزۡقًا ۚ قَالَ يٰمَرۡيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتۡ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرۡزُقُ مَنۡ يَّشَآءُ بِغَيۡرِ حِسَابٍ ۝۳۷ ——(آل عمران)

ترجمہ : زکریا جب کبھی عبادت گاہ میں ان کے پاس جاتے تو ان کے پاس کھانا پاتے (یہ کیفیت دیکھ کر ایک دن) مریم سے پوچھنے لگے، یہ کھانا تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے؟ وہ بولیں خدا کے یہاں سے آتا ہے، بے شک خدا

جسے چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے۔

توکل میں غلو کا الزام بھی پروفیسر اعظمی ثابت نہیں کرسکے، ان کا دعوی بلا دلیل قابل اعتناء نہیں، البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسب کی فضیلت بیان کی ہے، حصول رزق کی جدو جہد کو کارثواب فرمایا محنت کی کمائی کو اہمیت دی ہے، بعض اصحاب مہاجرین کو روزی حاصل کرنے کے لئے اسباب مہیا فرمائے، حق وانصاف کی بات یہ ہے کہ عام لوگوں کے لئے اس درجہ توکل پر قائم رہنا مشکل ہے جس توکل پر انبیائے کرام اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم فائز رہے اور آپ کے خاص اصحاب اہل صفہ قائم تھے اور جس طرح بعض صوفیاء قائم رہے، اس لئے کسب معاش عوام کے لئے ضروری ہے کیونکہ معاش چھوڑ دینے سے نہ صرف اجتماعی زندگی مسلمانوں کی متاثر ہوگی بلکہ معیشت پر گہرا اثر پڑے گا جب کہ خواص کے اس توکل پر قائم رہنے سے اجتماعی زندگی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اور وہ اس توکل پر عزیمت کے ساتھ قائم رہ سکتے ہیں۔

علی الصباح چو مردم بہ کاروبار روند
بلا کشان محبت بہ کوئے یار روند

اعظمی صاحب کا یہ خیال کہ ’’صوفیاء کے اوراد واذکار، ریاضات ومجاہدات نفس سے اسلام کے تعبدی نظام کو سخت نقصان پہنچا‘‘ بالکل خلاف واقعہ ہے بلکہ منکرین تصوف کے نظریے سے صورت حال اس کے برعکس ہوگئی، مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد، یاد الٰہی سے غافل ہوگئی، اذکار وتسبیحات، نوافل ومستحبات، چھوڑ کر بیٹھ گئی اور اس کو غیر ضروری چیز سمجھ لیا، نوافل واذکار چھوڑ دینے کی بے برکتی ایسی بڑھی کہ سنن موکدہ کی اہمیت بھی ختم ہوگئی، حرمین شریفین میں اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، تلاوت قرآن حکیم جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ یَتۡلُوۡنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ ؕ اُولٰٓئِکَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِہٖ وہ تلاوت بجائے عبادت کے اسٹڈی اور مطالعہ بن گئی، کلام اللہ کا احترام دلوں سے نکل گیا، اہل اعتزال وخوارج کے ان باطل نظریات نے نہ صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت مجروح کی بلکہ قرآن کریم اور دیگر غیر دینی کتب کے درمیان بلحاظ ادب واحترام کوئی فرق باقی نہیں رکھا، قرآن کریم کو پیروں اور جوتوں کے پاس رکھنا بلکہ قرآن کی طرف بلا تکلف پیر پھیلانا حرمین شریفین میں ہر شخص ملاحظہ کرسکتا ہے، یہ وہی لوگ کررہے ہیں جو ’’خوارج‘‘ جیسی ذہنیت رکھتے ہیں، صوفیائے کرام کے زہد وتوکل سے، ان کے اذکار ونوافل سے اسلام کے تعبدی نظام میں کوئی خلل نہیں پڑا، نوافل کا استحباب اپنی جگہ ہے، فرائض وواجبات اپنے مقام پر، بلکہ صوفیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت میں اضافہ ہوا، عبادت کا ذوق وشوق بڑھا، ذکر الٰہی میں لوگوں کو لذت محسوس ہونے لگی تعلق مع اللہ کی ڈور مضبوط ہوئی، عبادت منکرین تصوف کی طرح صرف ادائے رسم نہیں رہی، دل کی آواز بن گئی، روح کا تقاضا ہوئی، صوفیوں کی زاہدانہ زندگی تعلیم نبوی کی عملی صورت ہے:

کن فی الدنیا کانك غریب او عابر سبیل۔

ترجمہ : دنیا میں ایسے رہو جیسے کہ تم اجنبی ہو یا کوئی مسافر۔

اس کے برعکس منکرین تصوف امت مسلمہ کو''بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست'' کی تعلیم دے رہے ہیں۔

منکرین تصوف کی کن کن باتوں پر شکوہ کیجئے، پروفیسر موصوف اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ'' آج مسلمانوں کا سواد اعظم اسی شرک میں مبتلا ہے اور اس کے ذمہ دار دنیا پرست صوفیہ اور تصوف کے حامی علماء ہیں''۔۔۔(معارف: فروری ۲۰۱۲ء) اور موصوف یہ حدیث بھول جاتے ہیں:

ان اللہ لا یجمع امتی او قال امۃ محمد علی ضلالۃ وید اللہ علی الجماعۃ و من شذ شذ الی النار۔۔۔(ترمذی، جلد:۲، باب لزوم الجماعۃ)

ترجمہ : اللہ میری امت کو یا فرمایا: امت محمد کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا (یعنی امت کا سواد اعظم گمراہ نہیں ہوگا) اور جماعت پر اللہ کی حمایت کا ہاتھ ہے، اور جو اس سے علیحدہ ہوا وہ جہنم میں ڈالا گیا۔

علیکم بالجماعۃ وایاکم والفرقۃ من اراد بحبوحۃ الجنۃ فلیلزم الجماعۃ۔۔۔(ترمذی، جلد:۲، باب لزوم الجماعۃ)

ترجمہ : تم پر جماعت کی اتباع لازم ہے اور تفرقہ پھیلانے سے بچو، جو شخص جنت میں جانا چاہے اس کو لازم ہے جماعت کی اتباع۔

مگر اعظمی صاحب کو ایسی حدیثیں کیوں یاد آنے لگیں، وہ اپنی''شرذمہ قلیلہ'' کے ساتھ ہر ایسے خیر کے مخالف ہیں جس پر امت کا سواد اعظم عامل ہے، سواد اعظم سے الگ ہو کر اور اس کے مخالف ہو کر وہ اور ان کی جماعت کے معدودے چند''من شذ شذ فی النار'' کے مصداق بنتے ہیں۔

اعظمی صاحب نے صوفیوں کے زہد اور ترک دنیا کو خودکشی کے مترادف قرار دیا ہے، ان کی وہ عبارت ملاحظہ کیجئے جو ہم نے گذشتہ سطور میں نقل کی ہے: اس طرح کی سطحی اور مضحکہ خیز باتیں وہ جہلاء کے درمیان کہتے تو ان کی واہ واہ ہوتی لیکن بدقسمتی سے ان کی باتیں اہل علم تک پہنچ گئیں۔ اعظمی صاحب کے''اقوال زریں'' سے یہ نتیجہ نکلا کہ کوئی دینی عمل غلو کی حد سے متجاوز ہو جائے اور خودکشی کے مترادف ہو تو اس کو چھوڑ دینا چاہئے۔ اس نتیجے کے مطابق کوئی ایسا دینی عمل جو خودکشی اور ہلاکت کے مترادف ہی نہیں بلکہ فی الواقع اس میں ہلاکت ہو تو اس کو بدرجہ اولی چھوڑ دینا چاہئے۔ جہاد ایک ایسا دینی عمل ہے جس میں ہلاکت کا محض اندیشہ نہیں، یقین ہوتا ہے اور مجاہد مرنے کی تمنا لے کر ہی جاتا ہے، کیا اس کو بھی چھوڑ دینا چاہئے؟ جب کہ صوفیوں کے بارے میں تاریخ نے ایسی اطلاع نہیں دی ہے کہ صوفیوں کی جماعت کا کوئی ایک فرد فقر و فاقہ، زہد و تقوی اور کثرت قیام و سجود سے مر گیا ہو۔

اصلاً اعتبار مقصد کا ہوتا ہے، مقصد بلند ہو، نیت درست ہو تو حصول مقصد میں سود وزیاں کوئی معنی نہیں رکھتا۔عشق الٰہی اور محبت شاہد ازلی کا فلسفہ خوارج کی سمجھ میں آیا ہے نہ آئے گا، عشق الٰہی میں صوفیا، سوختہ دل زبان حال سے کہتے ہیں ؎

اے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں

ایک جان کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں

توکل پر خامہ فرسائی کے بعد پروفیسر اعظمی صاحب نے عنان قلم توحید کی طرف موڑا ہے، اور غلو فی العقیدۃ کا عنوان قائم کر کے توحید کی وضاحت فرمائی ہے یعنی بمصداق ''لقمان را حکمت آموختن'' صوفیا کو توحید کا مسئلہ بتایا ہے، یہ بھی آثار قیامت ہے جو شخص عالم تکوین کی تمام جاندار وغیر جاندار چیزوں کو وجود میں باری تعالیٰ کا سہیم وشریک ٹھہرائے وہ دوسروں کو توحید کا مسئلہ بتا رہا ہے۔ اس دعوے کے لئے تین دلیل لائے ہیں: سورہ اخلاص، سورہ بنی اسرائیل کی آیت:۱۱۱، سورہ بقرہ کی آیت:۱۶۵۔تمہیدی عبارت ان کی حسب ذیل ہے:

''صوفیاء نے اتنا ہی نہیں کیا کہ اسلام میں رہبانیت کے تصور کو فروغ دیا جیسا کہ اوپر تفصیل سے ذکر ہوا، بلکہ اس کی بنیادی فکر توحید الوہیت کے مفہوم میں بھی حذف واضافہ کیا، یہ حذف واضافہ رہبانیت سے کہیں زیادہ خطرناک ہے، کیونکہ بنیاد کے مخدوش ہو جانے کے بعد عمارت کا گر جانا یقینی ہے۔

قرآن مجید میں توحید کا جو تصور پیش کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ اپنی ذات وصفات اور اختیارات وقدرت میں واحد ویکتا ہے، کوئی اس کے برابر کا نہیں، وہ حسب ونسب سے پاک ہے، اور وہی اپنے بندوں کا اکیلا حاجت روا اور مشکل کشا ہے''

توحید کی اس سے زیادہ بہتر وضاحت، شیخ اکبر نے کی ہے، استدراک میں شیخ کی پوری عبارت موجود ہے، پروفیسر موصوف نے کوئی نیا انکشاف نہیں کیا ہے، ان کا اصل مقصد مسئلہ توحید بیان کرنا نہیں ہے بلکہ صوفیوں پر غلو فی العقیدہ کا الزام عائد کرنا ہے۔سورہ بقرہ کی آیت: ۱۶۵ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ الخ نقل کرنے سے پہلے پروفیسر صاحب کا دعوی ملاحظہ کیجئے، اس کے بعد ہم کچھ عرض کریں گے:

''یہودیوں اور عیسائیوں دونوں میں یہ خیال عام تھا کہ ان کی قوم کے اولیاء صاحب اختیار ہیں اور لوگوں کو نفع ونقصان پہنچانے کی قدرت رکھتے ہیں، اس خیال کے تحت وہ ان سے غیر معمولی عقیدت رکھتے تھے اور مصیبتوں اور حاجتوں میں انہیں مدد کے لئے پکارتے تھے، جیسا کہ آج کل بہت سے مسلمان بزرگان دین کے مقابر پر جا کر ان سے مدد طلب کرتے ہیں، اس خیال کی تردید میں فرمایا ہے''

اعظمی صاحب نے آیت کریمہ سے استدلال میں چار غلطی کی ہے، اولاً تو ان کا مقصد صوفیوں کا غلو فی العقیدہ دکھانا ہے اور

آیت مذکورہ میں اس کا کوئی ذکر نہیں، ثانیاً آیت مذکورہ کا مصداق یہود و نصاری کو قرار دیا ہے جب کہ اس سے مشرکین مراد ہیں۔ قرآن میں یہود و نصاری کے عقائد کے بیان میں، یہ ذکر تو مختلف مقامات پر آیا ہے کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کو خدا بنالیا، نصاریٰ کا عقیدہ تو بہت واضح ہے لیکن قرآن میں کہیں بھی یہود و نصاری کا اپنے اولیاء سے استمداد و استغاثہ کا کوئی ذکر نہیں ہے، ثالثاً مضمون نگار یہود و نصاری کے استمداد و استعانت کا دعویٰ کر رہے ہیں، اور آیت کریمہ شرک جلی سے متعلق پیش کر رہے ہیں، آیت مذکورہ میں فرمایا گیا کہ بعض لوگ اللہ کے لئے شرکا ٹھہراتے ہیں اور ان سے اللہ سے زیادہ محبت کرتے ہیں اور ایمان والے تو اللہ ہی سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ قارئین ملاحظہ کریں، ان کے دعوی اور دلیل میں کوئی مطابقت نہیں ہے، رابعاً اس آیت مذکورہ کے ضمن میں مسلمانوں کو شامل کرنا تو بالکل بے تکی بات ہے، قرآن کریم سے ایسی بات ثابت کرنا جو قرآن میں مذکور نہیں ہے مضمون نگار اور ان کی جماعت کا پرانا حربہ ہے اور یہ افتراء علی اللہ کے حکم میں ہے۔ سورہ اخلاص اور سورہ بنی اسرائیل اور سورہ بقرہ کی آیات سے پروفیسر صاحب کا الزام غلو فی العقیدہ ثابت نہیں ہوتا ہے۔ آگے کی بحث میں وہ شاہ ولی اللہ صاحب کی بیان کردہ توحید ذاتی وصفاتی کی تشریح نقل کرتے ہیں، اور امام غزالی کی عبارت پیش کرتے ہیں اور پھر تڑپ کر کے مسئلہ غیب پر آجاتے ہیں، اور بعض صوفیاء کے خیالات پر اعتراض کرتے ہیں۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس بحث سے وہ کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ توحید ذاتی وصفاتی سے عقیدہ توحید میں کیا خلل واقع ہوا؟ اس کو واضح نہیں کر سکے، صرف یہ دعوی کرنا کہ توحید ذاتی کا یہ تصور قرآن میں پیش نہیں کیا گیا ہے، کافی نہیں، شاہ ولی اللہ اور امام غزالی مطالعہ قرآن کے بعد ہی اس فکر تک پہنچے ہیں اور توحید کے اس مرتبے پر پہنچنے کے لئے وہی ذکر و تسبیح حق تعالی ہے جس سے اعظمی صاحب مسلمانوں کو روکنا چاہتے ہیں، جو شخص ذکر الہی اور تسبیح و تحمید تہلیل و تمجید کو بدعت اور دین میں اضافہ قرار دے، ذکر الہی سے غافل رہے، اللہ کے علاوہ غیر اللہ سے دل بہلانے اور ان کو دل و دماغ میں بسانے کی بات کرے، اللہ کے بجائے غیر اللہ سے تصحیح خیال کو ضروری سمجھے وہ توحید کے مسئلے کو عوام کے ذہن سے سمجھے گا اور اس کی توحید عوام الناس کی توحید ہوگی، توحید کا مسئلہ پڑھ لینے سے توحید کا وہ درجہ حاصل نہیں ہوسکتا جس پر صوفیاء فائز رہے ہیں، پروفیسر اعظمی اور ان کے ہم مذہب یہ سمجھ ہی نہیں سکتے کہ ایک آدمی صرف اللہ کا ہو کر کیسے رہ سکتا ہے، اور صرف اللہ کو سوچ کر کیسے جی سکتا ہے؟ جس طرح مشرکین ایک معبود کی عبادت پر حیران ہوتے تھے کہ ہمارا ایک معبود کیسے ہوسکتا ہے؟ ، وہ بے شمار اللہ کی عبادت پر مطمئن ہوتے تھے، اسی طرح منکرین تصوف صرف ایک اللہ ہی کو دیکھنے اور سوچنے اور اس کی یاد میں رہنے کی صوفیانہ دعوت پر حیران و سرگرداں ہیں، اور جب بات سمجھ میں نہیں آتی تو انکار کرتے ہیں، اور اس طریق تصوف پر عمل کرنے میں دنیا کی بہت سی پرکشش چیزوں سے محرومی پر غور کرتے ہیں تو اس طریق حق کو غیر اسلامی کہہ دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جنت نگاہ اور فردوس گوش دنیا سے کون محروم ہونا چاہے گا؟ عقیدے میں غلو کے دعوے پر کتاب وسنت سے ان کو کوئی دلیل بھی نہیں ملی، صوفیاء کے تصرف اور اشراقات پر اعتراض شروع کر دیا، اور شاید اس کو وہ

غلو فی العقیدہ کہتے ہیں ،۲۱ اور ۲۲ر پر شیخ عبد الکریم جیلی اور شیخ اکبر کی عبارت میں جو اعظمی صاحب نے نقل کی ہے، اس میں ان بزرگوں نے غیب کا لفظ بھی استعمال نہیں کیا ہے، مثلا: شیخ جیلی نے صوفی کے بارے میں لکھا ہے:

''ان میں کا ہر ایک پرندوں کی بولیوں کے علاوہ زمین اور آسمان میں جو بھی حرکت ہوتی ہے وہ اس کو جانتا ہے''

شیخ اکبر نے لکھا ہے:

''کہ اوتاد زمین کے ہر چہار سمت کی حفاظت پر مامور ہیں، اور ان کو اوتاد (میخیں) اس لئے کہا جاتا ہے کہ زمین ان ہی کی وجہ سے اپنی جگہ پر رکی ہوئی ہے''۔

اس کو اعظمی صاحب نے غیب دانی قرار دیا ہے، اس پر استدراک میں ہم وضاحت کر چکے ہیں۔ اب ان کی یہ عبارت پڑھئے جو وہ شیخ اکبر کی تشریحات کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں:

''ان اقتباسات کو سامنے رکھیں اور سورہ بنی اسرائیل کی آخری آیات کو پڑھیں جو اس سے پہلے نقل کی جا چکی ہیں، جن میں اللہ نے فرمایا ہے کہ ''اللہ کی سلطنت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور نہ یہ بات ہے کہ وہ تنہا اپنی سلطنت کا انتظام کرنے سے قاصر ہے، اس لئے کچھ لوگ اس کے مددگار ہیں'' اور پھر خود فیصلہ کریں کہ اقطاب واوتاد کے ذریعہ سے انتظام عالم کی بات اسلام کے تصور توحید کے منافی ہے یا نہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ کھلا ہوا شرک ہے''

اعظمی صاحب کی پریشانی یہی ہے اور اس کو وہ غلو فی العقیدہ کہتے ہیں، حالانکہ ان کو یہ عنوان دینا چاہئے تھا ''صوفیا کا شرک جلی''، ''صوفیا خارج از اسلام''، ''صوفیا مشرک ہیں'' وغیرہ۔ موصوف کو صالحین اور علماء امت پر تہمت وافتراء سے پہلے اس آیت مبارکہ پر غور کر لینا چاہئے تھا، کہیں لاعلمی میں اپنی عاقبت خراب تو نہیں کر رہے ہیں وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْــــُٔوْلًا ۝ — (بنی اسرائیل) امت کے سواد اعظم کو کھلے شرک کا مرتکب قرار دینا، اولاً تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے انحراف ہے کہ میری امت ضلالت پر جمع نہیں ہوگی، ثانیاً شذوذ کی اسلام میں اجازت نہیں، لزوم جماعت واجب ہے، ثالثاً شرک جلی قرآن کی روشنی میں غیر اللہ کی عبادت کا نام ہے، سورہ کہف کی آخری آیت ہے۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۗءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ — (سورہ کہف)

ترجمہ: جس کسی کو اللہ سے لقا کی تمنا ہے اس کو نیک عمل کرنا چاہئے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہیے۔

باقی امور میں اہل علم کے درمیان فرق واختلاف علمی دائرے کی چیز ہے تعبیر وتشریح کا فرق ہے، انداز فکر کا فرق ہے، ورنہ سورہ بنی اسرائیل کی آیت مذکورہ سے کسی ایک مسلمان کو اختلاف نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے، مشرکین عرب کا جو کچھ رد قرآن نے کیا ہے، وہ اس لئے کہ انہوں نے شرک فی العبادت شروع کر دیا تھا، وہ شرک فی العبادت کو صحیح سمجھتے تھے، جس طرح اعظمی صاحب اور ان کے ہم مذہب شرک فی الوجود کو توحید کے منافی نہیں سمجھتے ہیں، اور خود مشرکین کا اعتراف بھی قرآن میں موجود ہے:

مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِیُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَی اللّٰهِ زُلۡفٰی ؕ ـــ(الزمر:۳)

ترجمہ : ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ سے قریب کر دیں:

وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ یَفۡعَلُوۡنَ۝۷۴ ـــ(الشعراء:۷۴)

ترجمہ : ہم نے اپنے آباء کو ایسا ہی کرتے ہوئے پایا ہے (عبادت کرتے ہوئے)۔

انتظام وانصرام عالم کے سلسلے میں یہ بات وضاحت طلب ہے کہ اس کے حدود کیا ہیں؟ پانی برسانا، زمین سے درخت و پودے اگانا، موت وحیات دینا، پیدا کرنا، شمس وقمر کے نظام طلوع وغروب پر نظر رکھنا، لیل ونہار کے تقلبات، موسم کے تغیرات، جاندار وغیر جاندار کی پرورش اور نشوونما کرنا، رزق دینا، بیمار کرنا صحت دینا، ہوا چلانا، یہی باتیں انتظام وانصرام کے دائرے میں آتی ہیں یا حسب ذیل باتیں بھی اس میں شامل ہیں:

دنیا میں امن وامان قائم کرنا ظلم وستم کا خاتمہ کرنا، عدل وانصاف کا نفاذ کرنا، کمزوروں کو سہارا دینا محتاجوں کی احتیاج دور کرنا، اسلام کی اشاعت کرنا، گمراہوں کو ہدایت کی طرف بلانا، نماز قائم کرنا، زکوۃ کا نظام قائم کرنا، قانون الٰہی کو دنیا میں نافذ کرنا، راہ حق میں جہاد کرنا، مکارم اخلاق کی تکمیل کرنا، تزکیہ نفس اور تطہیر باطن کرنا، کتاب وسنت کی تعلیمات کو عام کرنا، قیام خلافت اسلامیہ کی سعی کرنا، حکومت الٰہی کو وسیع کرنا، سزا وتعزیر کے حدود مجرموں پر نافذ کرنا وغیرہ۔

اگر انتظام وانصرام عالم کا تعلق صرف اول الذکر چیزوں سے ہے تو اس کو ناقص انتظام تسلیم کرنا ہوگا اور اگر ثانی الذکر امور کو بھی شامل کرلیں تو اس میں انسانوں کا شریک ہونا ضروری ہوگا، کیا اعظمی صاحب اس کو بھی شرک میں شمار کریں گے؟ اگر اول الذکر امور میں بعض چیزیں اللہ تعالی اپنے خاص بندوں کے سپرد کردے تو وہ شرک ہے، اور ثانی الذکر امور مکمل طور پر بندوں کے ذریعے انجام پائیں تو وہ شرک نہیں ہیں؟ کیا اللہ تعالی اپنے دین کے قیام وفروغ کے لئے بندوں کا محتاج ہے، انبیاء ومرسلین کے بغیر دین کی اشاعت نہیں ہوسکتی تھی؟ بلکہ کتابوں کی بھی کیا ضرورت تھی؟ اللہ چاہتا تو سب کو ہدایت دیتا۔

منکرین تصوف کے حلق سے یہ بات نیچے نہیں اترتی کہ سب کام اللہ کے حکم سے ہی ہوتا ہے، اقطاب واوتاد کا ذکر بعض حدیث سے ثابت ہے۔ اور وہ حکم الٰہی کے پابند ہیں، نظام کائنات کے کسی شعبے سے ان کا وابستہ ہونا حکم الٰہی کے تحت ہے۔ اس کو کسی اعتبار سے شرک نہیں کہہ سکتے۔ اگر شرک اسی کا نام ہے تو ملائکہ بھی بہت سے کائناتی نظام کی نگرانی پر متعین ہیں، اس کو بھی شرک کہنا ہوگا۔ جبریل علیہ السلام کے بارے میں کون نہیں جانتا؟ ملک الجبال کا ذکر سیرت میں سفر طائف کے موقع پر آیا ہے، قیامت میں صور پھونکنے پر فرشتہ متعین ہے، حدیث میں اس کا ذکر ہے، قیامت کے دن آٹھ فرشتے عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہوں گے سورۃ الحاقہ دیکھئے!

سیدنا سلیمان علیہ السلام کے قوت واقتدار فی الارض کو ان آیات میں ملاحظہ کریں:

وَحُشِرَ لِسُلَیۡمٰنَ جُنُوۡدُهٗ مِنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ وَالطَّیۡرِ فَهُمۡ یُوۡزَعُوۡنَ۝۱۷ ـــ(النمل)

عُلِّمۡنَا مَنۡطِقَ الطَّيۡرِ وَاُوۡتِيۡنَا مِنۡ كُلِّ شَىۡءٍ‌ؕ (النمل:۱۶)
فَسَخَّرۡنَا لَهُ الرِّيۡحَ تَجۡرِىۡ بِاَمۡرِهٖ رُخَآءً حَيۡثُ اَصَابَۙ‏ ﴿۳۶﴾ ——(ص)

جس طرح ملائکہ کبھی حکم الٰہی سے سرتابی نہیں کر سکتے، اسی طرح اولیاء اللہ بھی اس کے کسی حکم سے اعراض نہیں کرتے، اعظمی صاحب اور ان کے ہم مذہب یہ سمجھتے ہیں کہ اقطاب واوتاد کو نعوذ باللہ اختیار ذاتی حاصل ہے، جو بات اہل تصوف نہیں کہتے ہیں۔ عصبیت زدہ لوگ ان پر تھوپنے کی کوشش کرتے ہیں، بادشاہ کے غلاموں اور کنیزوں کو ملک کے نظم ونسق میں مصروف دیکھ کر کوئی ان کو بادشاہت میں شریک سمجھنے لگے تو یہ اس کی ناسمجھی ہے، اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں، اس کے مقربین فرشتوں اور انسانوں کا مختلف کاموں پر مامور ہونا، شرکت نہیں ہے، خدمت ہے، اس فرق کو ایک پڑھا لکھا آدمی بھی نہ سمجھے تو جاہل سے کیا امید؟ اس مسئلے پر ہم استدراک میں کچھ ذکر کر چکے ہیں، سورہ بنی اسرائیل کی آیت سے اللہ تعالیٰ کا اختیار اور اس کی قدرت بالذات ثابت ہوتی ہے۔ اعظمی صاحب اس کو تسلیم بھی کر رہے ہیں، ہم بھی یہی کہتے ہیں، ہم اس میں اتنا اضافہ کرتے ہیں کہ قدرت واقتدار کا مالک، کچھ قدرت و اقتدار حسب حال کسی کو دے بھی سکتا ہے کیونکہ اس کے قدرت واختیار کا یہی تقاضا ہے، وہ کہتے ہیں نہیں دے سکتا، ان کو قرآن سے حوالہ چاہیے، غیب کے سلسلے میں کچھ قرآنی دلائل استدراک میں دیے گئے ہیں، تصرف کے سلسلے میں عیسیٰ علیہ السلام کے احیائے موتی، اور تخلیق طیور اور اس میں نفخ روح کی آیات پیش نظر رکھیں اور اعظمی صاحب کے انداز فکر کو دیکھیں جو بات قرآن سے ممکن نظر آرہی ہے وہ بھی ان کے نزدیک ناممکن ہے، ایسی ہٹ دھرمی اور اتنی غالی عصبیت۔ العیاذ باللہ

غلو فی العقیدہ کے زیر عنوان، اعظمی صاحب نے آخر میں ایک اور قبیح الزام عائد کیا ہے:

> ''صوفیاء کی جماعت نے عقیدہ توحید کے ساتھ کھلواڑ نہیں کیا بلکہ عقیدہ رسالت بھی ان کے دست تحریف سے محفوظ نہیں، عبد الکریم جیلی نے اپنی کتاب ''الانسان الکامل'' میں جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، لکھا ہے کہ نبی ہر دور میں مختلف صوفیا کے قالب میں ظہور کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے شیخ شرف الدین اسمٰعیل جبروتی کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ نبی بھی تھے اور میرے شیخ بھی (و کنت اعلم انه النبی وکنت اعلم انه الشیخ)''

استدراک میں ہم اس کا جواب دے چکے ہیں کہ شیخ عبد الکریم جیلی کی کتاب اور ان کی اصل عبارت مع سیاق وسباق دیکھنے کی ضرورت ہے، مضمون نگار اعظمی صاحب نے اب تک جتنی خیانت اپنی تحریر میں کی ہے اس تجربے کے بعد ان کی ایسی ہر تحریر مشکوک ہے، بالفرض شیخ نے ایسی کوئی بات لکھی ہے تو تمام صوفیا اس کے ذمہ دار کیسے ہوئے؟ اعظمی صاحب کی یہ بات ایسی ہی ہے جیسے ابن ملجم خارجی (قاتل علی مرتضی) کی وجہ سے تمام خوارج کو قاتلان علی میں شمار کیا جائے۔ مسٹر اعظمی کی تحریر ایسی ہی بے تکی باتوں سے بھری ہے، عقیدہ رسالت سے کھلواڑ کرنے کا الزام ثابت نہ کر سکے تو شیخ اکبر کو مطعون کرنے کے لئے ان کی ایک عبارت ڈھونڈ کر

نکالی، موصوف لکھتے ہیں''

''آگے اس سے بڑا کفر ملاحظہ فرمائیں، شیخ محی الدین ابن عربی قرآن کی آیت وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اے محمد! جب تم نے بظاہر پھینکا تو حقیقت میں نہیں پھینکا بلکہ اللہ ہی نے پھینکا۔ آنکھوں نے تو صورت محمدی کو دیکھا جس کے لئے حس ظاہری میں رمی یعنی پھینکنا ثابت ہے۔ اس صورت سے اللہ تعالیٰ نے نفی رمی بھی کی ہے یعنی حضرت نے بالذات نہیں پھینکا (ومارمیت) پھر اسی صورت محمدی کے لئے رمی ثابت کی گئی باعتبار توسط اور واسطہ ہونے کے (اذ رمیت) پھر بالذات پھینکنے والے کو صاف طور پر بیان کیا کہ وہ اللہ ہے وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ لیکن صورت محمدی میں''

اقتباس نقل کر کے موصوف لکھتے ہیں:

''گویا صورت محمدی میں کنکریاں پھینکنے والا اللہ تھا کوئی دوسرا نہیں (نعوذ باللہ) کیا یہ کھلا ہوا کفر وشرک نہیں ہے؟

اور اگر یہ کفر وشرک نہیں ہے تو پھر ماننا ہوگا کہ دنیا میں کسی نے کبھی کفر وشرک نہیں کیا ہے''۔ (معارف،ص: ۲۳)

معارف، صفحہ: ۲۱ میں اعظمی صاحب نے سورہ اعراف کی آیت کریمہ: ۱۸۸ کا حوالہ دیا ہے: قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ اور ترجمہ یہ کیا ہے:

''کہدو! (اے محمد) میں خود اپنی ذات کے لئے کسی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتا چہ جائیکہ دوسروں کو نفع اور نقصان پہنچا سکوں) مگر جو اللہ چاہے'' (یعنی مجھے وہی نفع اور نقصان پہنچ سکتا ہے جو اللہ نے میرے لئے لکھ دیا ہے)''

اعظمی صاحب کے اس تشریحی ترجمہ کو سامنے رکھیے اور ان سے پوچھئے کہ رمی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف حقیقی ہے یا مجازی؟ اگر حقیقی ہے تو پھر شیخ پر اعتراض کی گنجائش نہیں، اور اگر مجازی ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف حقیقی نسبت ہوئی، اور یہ موصوف کے اس دعوی کے خلاف ہے جو انہوں نے اپنے تشریحی ترجمے میں کیا ہے۔

شیخ کی عبارت (وہ اللہ ہے لیکن صورت محمدی میں) سے اعظمی صاحب نے سمجھ لیا کہ ذات باری تعالی، ذات محمدی میں حلول کرگئی یا رمی کے وقت نعوذ باللہ آپ خدا ہو گئے۔ قارئین شیخ کی عبارت بغور پڑھیں، شیخ نے پہلے توسط اور واسطہ کو ظاہر کیا ہے''صورت محمدی میں رمی ثابت کی گئی باعتبار توسط اور واسطہ ہونے کے'' باعتبار اتحاد وحلول نہیں فرمایا، اور وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ کا مفہوم اس کے سوا کیا ہے کہ اللہ نے مشرکین پر آپ کے ہاتھوں کنکریاں پھینکوائیں اور ان کنکریوں میں وہ تاثیر عطا فرمائی کہ مشرکین کو ہزیمت ہوئی، شیخ فرماتے ہیں''پھر بالذات پھینکنے والے کو صاف طور پر بتایا کہ وہ اللہ ہے لیکن صورت محمدی میں''، شیخ کا یہ جملہ ہرگز شرک نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جس عمل کو اللہ تعالی نے اہتمام وتاکید کے ساتھ اپنا فعل قرار دیا اس کے ظہور کی صورت تو بہر حال

ذات رسالت ہے، اس سے کون انکار کرسکتا ہے؟ لیکن شیخ نے یہ نہیں کہا کہ وہ اللہ ہے حقیقت محمدی میں بلکہ شیخ نے صورت محمدی کہہ کر صورت محمدی کو اللہ تعالیٰ کے جلال و جمال کا آئینہ دار بتایا ہے، اس وقت وصف رمی پوری قوت وتاثیر کے ساتھ آپ کی ذات میں جلوہ گر ہوئی، اس لئے صورت نبوی جلال الٰہی کا آئینہ دار ہوئی اور ذات گرامی صفت رمی کا مظہر ٹھہری، کھلا ہوا شرک کجا، شرک کی آمیزش بھی نہیں ہے، یہی مفہوم اس آیت میں بھی پایا جاتا ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ ۚ ـــ (الفتح:۱۰)

ترجمہ : جولوگ آپ سے بیعت کررہے ہیں وہ بلاشبہ اللہ سے بیعت کررہے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر شدہ بعض افعال کو اہتمام بلیغ کے ساتھ اللہ کی طرف منسوب کرنے والی یہ آیات کلام پاک میں نہ ہوتیں تو یہ ''اصحاب العدل والتوحید'' اس کو بھی ''شرک مبین'' ہی کہتے، ان آیات کو بلا تاویل قبول کرلیا جائے تو رسول کو خدا کہنا پڑے گا، اس لئے بہت سی آیات کی تاویل ضروری ہے، بغیر تاویل وتشریح اور بغیر حقیقت ومجاز کو مدنظر رکھے محض الفاظ کی گرفت کی جاتی رہے تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ دنیا میں کوئی مومن ہی نہ ہوا، سب کافر ومشرک ٹھہرے۔ خود اعظمی صاحب کی بعض عبارت سے کفر صریح ظاہر ہوتا ہے، مثلاً: اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ کی بحث میں ہم واضح کرچکے ہیں کہ ان کی عبارت سے پچھلے نبیوں کے دین کا ناقص ہونا اور وفات نبوی تک دین کا ناقص ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہ صریح کفر ہے۔

اعظمی صاحب اپنے مضمون کی دوسری قسط (معارف فروری ۲۰۱۲ء) میں یہ عنوان قائم کرتے ہیں ''ذکر وفکر میں تفریق'' اس عنوان کے تحت انہوں نے مولانا عبد الباری ندوی کے حوالے سے ایک عبارت نقل کی ہے جس میں سورہ آل عمران کی ایک آیت سے دوام ذکر پر استدلال کیا گیا ہے، استدلال درست ہے لیکن اس پر اعظمی صاحب کا اعتراض ملاحظہ کے قابل ہے، اگرچہ ہم نے استدراک میں اس پر گفتگو کی ہے مگر یہاں پر مزید گفتگو کی ضرورت ہے، پہلے موصوف کا انداز فکر ملاحظہ کریں:

''اکثر علماء اور صوفیہ کی عادت ہے کہ وہ قرآن کی صرف ان ہی آیات سے دلچسپی رکھتے ہیں جو ان کی طبیعت اور مذہبی فکر کے مطابق ہوتی ہیں اور ان آیات سے صرف نظر کرجاتے ہیں جو اس کے برعکس ہوتی ہیں، قرآن میں اہل کتاب سے کہا گیا ہے، اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ الۡکِتٰبِ وَتَکۡفُرُوۡنَ بِبَعۡضٍ ـــ (بقرہ:۸۵) کیا تم کتاب کی بعض باتوں کو مانتے ہو اور بعض باتوں کو نہیں مانتے۔

مولانا عبد الباری ندوی مرحوم کو قرآن میں اَلَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ کی آیت تو نظر آئی جس سے انہوں نے دوام ذکر پر استدلال فرمایا ہے لیکن ٹھیک اس کے مابعد کی آیت وہ نہ دیکھ سکے کہ یہ آیت تو تصوف کی بنیاد ہی ڈھادیتی ہے، تصوف میں مراقبہ اور مشاہدہ حق ہی اصل دین ہے اور آیت، کائنات کی تخلیق

میں غور وفکر کی دعوت دیتی ہے تا کہ خدا کی سچی معرفت حاصل ہو۔

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِهِمۡ وَیَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبۡحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ — (آل عمران)

بلا شبہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کے آنے جانے (کے نظام) میں اہل عقل کے لئے دلائل ہیں جو ایسے ہیں کہ اللہ کو کھڑے، بیٹھے، اور لیٹے (ہر حال میں) یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور کرتے ہیں (اور اس غور وفکر سے ان پر حقیقت کھل جاتی ہے اور وہ پکار اٹھتے ہیں) اے ہمارے رب تو نے اس کائنات کو بے مقصد نہیں پیدا کیا، تیری ذات پاک ہے (کہ تو کوئی بے مقصد کام کرے) پس ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچالے“

اعظمی صاحب نے یہ دعوی کیا ہے کہ صوفیا انہی آیات سے دلچسپی رکھتے ہیں جو ان کی طبیعت اور مذہبی فکر کے مطابق ہوتی ہیں اور ان آیات سے صرف نظر کر جاتے ہیں جو اس کے برعکس ہوتی ہیں۔ دلیل میں وہ آل عمران کی مذکورہ آیت کریمہ لائے ہیں، قارئین ان کے دعوے اور دلیل پر نظر رکھتے ہوئے غور کریں۔ اللہ تعالی نے آیت مبارکہ میں اولوالالباب کی دوصفت بیان فرمائی ہے (۱) ہر حالت وہیئت میں اللہ کو یاد کرنا (۲) اور آسمان وزمین کی تخلیق میں غور وفکر کرنا، کیا دونوں صفتوں میں ایک صفت دوسری صفت کے برعکس ہے؟ اگر تفکر، ذکر کے برعکس ہے تو عدم ذکر ہوا یعنی جب وہ ارض وسما کی تخلیق میں فکر کرتے ہیں تو اللہ کا ذکر بالکل نہیں کرتے، اس کے یہ مطلب بھی ہوں گے کہ اللہ تعالی ایک بات بیان فرماتا ہے تو اس کے بعد دوسری بات اس کے برعکس بیان کرتا ہے، اعظمی صاحب کے اس نتیجۂ فکر سے تصوف تو کیا قرآن کی بنیاد ہی ڈھ جاتی ہے (نعوذ باللہ) کیا قرآن کے احکام میں یا اعمال صالحہ کی تلقین میں تضاد پایا جاتا ہے؟ یہ کیسی نامعقول بات ہے۔

وَلَوۡ کَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَیۡرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوۡا فِیۡهِ اخۡتِلَافًا کَثِیۡرًا ﴿۸۲﴾ — (النساء)

ترجمہ: اگر قرآن کسی غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو لوگ اس میں بہت اختلاف پاتے۔

آگے کی عبارت میں ان کی فکر نے پھر ٹھوکر کھائی ہے، اولوالالباب کی دوسری صفت کے بارے میں وہ لکھ رہے ہیں:

”مابعد کی آیت، کائنات میں غور وفکر کی دعوت دیتی ہے تا کہ خدا کی سچی معرفت حاصل ہو“

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ذکر الہی سے سچی معرفت نہیں ہوتی؟ اعظمی صاحب کے اندر ذوق سلیم کی کمی ہے، تصوف اور اہل تصوف کی مخاصمت میں ان کا ذہن اس قدر الجھا ہوا ہے کہ وہ خود سمجھ نہیں پاتے کہ ان کو کیا لکھنا چاہئے اور وہ کیا لکھ رہے ہیں؟ تفکر تخلیق ارض وسما کو وہ سچی معرفت کے حصول کا سبب کہہ رہے ہیں، یہی مقصد تو اہل تصوف کا بھی ہے اور یہی فائدہ ذکر الہی کا ہے، یہ کیسے ممکن

ہے کہ اولو الالباب کی دونوں صفات ذکر اور فکر میں صرف فکر سے معرفت خداوندی حاصل ہو اور ذکر سے یہ فائدہ نہ ہو؟ ذکر الٰہی کی اثر پذیری کا انکار تو خود تفریق ہی میں شمار کیا جائے گا۔

اعظمی صاحب کے اس انداز فکر سے ان تمام آیات کا انکار لازم آتا ہے، جو ذکر الٰہی سے متعلق ہیں، وہ صوفیوں کو اہل کتاب سے متعلق آیت اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ سنا رہے ہیں اور خود اسی روش پر چل رہے ہیں، ذکر الٰہی کے مقابلے میں تخلیق ارض وسماء میں تفکر کی اہمیت اتنی ہی ہے کہ وہ عرفان حق کے حصول میں ذکر الٰہی کا معاون ہے، اعظمی صاحب ملاحظہ کرسکتے ہیں کہ ذکر الٰہی کے لئے قیاما وقعودا وعلی جنوبہم کا جملہ لایا گیا ہے تفکر کے لئے یہ اہتمام نہیں کیا گیا ہے یعنی ذکر الٰہی عبادت ہے جو دائمی طور پر کرنی ہے اس سے غافل نہیں رہنا ہے، کیونکہ ذکر بذات خود عبادت ہے۔

تفکر، بذات خود عبادت نہیں ہے، وہ تو تخلیق سے خالق تک رسائی حاصل کرنے کا ایک طریقہ ہے، تخلیق ارض وسماء میں تفکر سے تصوف کی بنیاد کا ڈھ جانا، ایک مضحکہ خیز بات ہے، اعظمی صاحب کی یہ بات کتنی الجھی ہوئی ہے، غور کریں ''تصوف میں مراقبہ و مشاہدۂ حق ہی اصل دین ہے، اور آیت کائنات کی تخلیق میں غور وفکر کی دعوت دیتی ہے تاکہ خدا کی سچی معرفت حاصل ہو'' معرفت حق کا حصول ہی تصوف کی بنیاد ہے، من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کسی صوفی کا ہی جملہ ہے، آسمان وزمین تو اللہ تعالیٰ کی بڑی مخلوقات میں ہیں، قوت مدرکہ صحیح ہو تو چھوٹی سے چھوٹی مخلوق پر غور وفکر بھی معرفت حق کے دروازے کھول سکتی ہے۔ اس لئے تخلیق ارض وسماء میں تفکر سے تصوف کی عمارت مضبوط ہوگی، ہم تفکر کا ذکر آئندہ سطور میں کریں گے، یہاں ہم یہ واضح کردیں کہ اعظمی صاحب نے ''ذکر وفکر میں تفریق'' کے عنوان سے جو کچھ لکھا ہے، اس سے تفکر کے مقابلے میں ذکر کی تنقیص ہوتی ہے، ان کا یہ کہنا کہ آیت، کائنات میں غور وفکر کی دعوت دیتی ہے، قطعاً غلط ہے، مضارع کے صیغے یتفکرون سے امر مراد لینا، عربی سے نابلد ہونے کی دلیل ہے، آل عمران کی آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے تفکر کا حکم نہیں دیا ہے، اولو الالباب کی صفت بیان کی ہے، اس ذکر وفکر کے نتیجے میں ذاکرین ومتفکرین کے دعائیہ جملے ہیں، اعظمی صاحب نے اس کے بعد کی آیت: ۹۲، ۹۳، ۹۴ نقل نہیں کی، وہ آیات ملاحظہ کیجئے۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ڰ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰي رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾ ــــ(آل عمران)

ان آیات میں کون سی نئی بات اور نیا انکشاف ہے جس کو اعظمی صاحب، ظاہر کرکے صوفیہ کو ذکر وفکر میں تفریق کرنے کا ملزم ٹھہرا رہے ہیں، صوفیہ ساری زندگی یہی دعائیں کرتے رہے ہیں، تخلیق ارض وسماء میں تفکر کا نتیجہ تبتل وانابت الی اللہ کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے صوفیہ کے اسی تبتل اور انابت الی اللہ کو اعظمی صاحب، ایک طرف رہبانیت بھی کہتے ہیں۔ ذکر وفکر میں تفریق کے

عنوان سے صفحات سیاہ کر کے اعظمی صاحب، نہ جانے کس نکتے کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں، اعظمی صاحب کا یہ خیال کہ صوفیہ قرآن کی ان ہی آیات سے دلچسپی رکھتے ہیں جو ان کی طبیعت اور مذہبی فکر کے مطابق ہوتی ہیں، خلاف واقعہ ہی نہیں بہتان وافتراء ہے، کیا ذکر الٰہی محض صوفیہ کی طبیعت اور ان کے مخصوص مذہبی رجحان کا نتیجہ ہے؟ تھوڑی سی دینی واقفیت رکھنے والا مسلمان بھی ذکر الٰہی کے متعلق ایسی بات نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ ایک فاضل پروفیسر کے قلم سے ایسی گمراہ کن بات نکلے۔ سورہ آل عمران میں اَلَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِھِمۡ سے اولو الالباب کی صفت بیان کی گئی ہے اور سورہ نساء میں اسی انداز میں ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے، وہ بھی میدان جہاد میں، سورہ نساء کی آیت ۱۰۲، میں جہاں میدان جہاد میں صلوۃ الخوف ادا کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے، وہیں آیت ۱۰۳ ملاحظہ فرمائیں:

فَاِذَا قَضَیۡتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذۡکُرُوا اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِکُمۡ ـــــ(نساء(۱۰۳)

ترجمہ: جب تم نماز ادا کر چکو تو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے اللہ کا ذکر کرو۔

اسی طرح سورہ انفال آیت ۴۵ میں فرمایا:

اِذَا لَقِیۡتُمۡ فِئَۃً فَاثۡبُتُوۡا وَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَثِیۡرًا لَّعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۴۵﴾ ـــ(الانفال)

ترجمہ: جب تم کو دشمن کی کسی فوج سے مقابلہ کرنا پڑے تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم کامیاب رہو (دنیا اور آخرت میں)۔

ـــ(جاری)

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

اس کیو-آر کوڈ کے ذریعے:

- دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ کی موجودہ اہم مطبوعات حاصل کر سکتے ہیں۔
- سہ ماہی مجلہ "المجیب" کی پی، ڈی، ایف آن لائن ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں۔
- خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف اور یہاں کے تمام شعبہ جات کی مکمل معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔
- یوٹیوب، فیس بک اور واٹس ایپ وغیرہ پر رویت ہلال، اعراس ومجالس کے اعلانات ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

https://linktr.ee/khanquahmujeebia

حضرت قبلہ مولانا شاہ سلیمان قادری چشتی پھلواروی ؒ

● مولانا شاہ عز الدین قادری پھلواروی ؒ

ولادت :

شب یازدہم محرم الحرام ۱۲۷۶ھ مطابق ۱۰/اگست ۱۸۵۹ء کو پھلواری شریف میں پیدا ہوئے، والد ماجد کا اسم گرامی حضرت مولانا شاہ حکیم محمد داؤد الہاشمی القادری تھا، اور آپ کا خاندان زمانۂ دراز سے علم وعرفان کا گہوارہ تھا۔

بیعت :

آپ کے خسر مصباح الطالبین حضرت مولانا شاہ علی حبیب نصر پھلواروی ؒ تھے، شیخ العالم حضرت حاجی امداد اللہ چشتی مہاجر مکی ؒ اور حضرت مولانا شاہ فضل رحمن گنج مرادآبادی ؒ آپ کے مرشدین کاملین میں تھے، بیعت طریقت آپ نے اپنے خسر سے سلسلۂ قادریہ میں کی، لیکن تعلیم واجازت وخلافت تمام طریق مروجہ کی اپنے شیوخ ہند وحرمین سے حاصل کی، اخذ بیعت وتعلیم طریقت مرید کی اپنی صلاحیت ومیلان کے مطابق کرتے تھے، لیکن بایں ہمہ چشتیت کا غلبہ آپ میں بہت نمایاں تھا۔

تعلیم وتکمیل کتب درسیہ :

حضرت نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر کے بزرگوں سے حاصل کی، اور قدیم نصاب تعلیم کے ماتحت میبذی وملاحسن تک اپنے وطن میں پڑھا، پھر استاذ الہند مولانا عبدالحی الانصاری فرنگی محل سے تکمیل فرمائی اور تکمیل حدیث حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری اور حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی سے کی، نیز صحاح ستہ اور دیگر سنن ومسانید کی اجازتیں آپ کو شیوخ حجاز وحرمین سے حاصل ہوئیں، آپ کے شیوخ حدیث فی الہند والحجاز کی تعداد ستر سے زائد ہے۔

حضرت کی شخصیت اور تصانیف :

حضرت اپنے عصر کے ان چند وسیع النظر علماء ربانی میں سمجھے جاتے تھے، جن کی نظیر ہندوستان کے طول وعرض میں مشکل سے مل سکتی تھی، آپ کی وسعت معلومات، وسعت مطالعۂ جامعیت عدیم النظیر تھی، بڑے بڑے علماء آپ سے استفادہ کرتے تھے، آپ بیک وقت ایک اچھے ادیب بلند پایہ معقولی ومنقولی اور بے نظیر مذکر تھے، آپ کا وعظ اتنا مؤثر وجاذب قلب ہوتا تھا کہ جس اجتماع

میں آپ ہوتے آپ کے سوا ہر آواز ماند پڑ جاتی تھی، آپ کے وعظ سے عالم، جاہل، مشائخ، انگریزی داں، عربی خواں قدیم و جدید، دونوں خیالوں کے لوگ یکساں دلچسپی رکھتے تھے، آپ کے اثر وعظ سے غیر مسلموں کی ایک کثیر تعداد آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوتی تھی، آپ پہلے شخص ہیں جس نے میلاد خوانی کے غلط طریقے کو موقوف کر کے زبانی بیان میلاد اور سیرت النبی ﷺ کی ترویج فرمائی اور خود اپنی خانقاہ میں ربیع الاول شریف کی چاندرات سے بارہویں رات تک صحیح سیرت النبی ﷺ کا سلسلہ بیان شروع کیا، جواب تک بحمداللہ جاری ہے، آپ نے مختلف تصنیفیں کتاب و رسائل کی شکل میں فرمائی ہیں، جن کو میں ذیل میں درج کروں گا، آپ جو کچھ بھی لکھتے وہ نہایت عالمانہ ومحققانہ لکھتے، آپ کی تصنیفوں میں دلائل کی فراوانی زور استدلال بہت کافی ہوتا، دینی علوم میں تصوف پر آپ کی وسیع و عمیق نظر، عصر حاضر کی دنیائے تصوف میں بے مثال اور مسائل تصوف میں آپ کی ذات اور آپ کی تحقیق کو سند وحجت مانا جاتا تھا، ہر خانوادۂ علم وعرفان سے آپ کا گہرا تعلق تھا، اور تمام خانوادہ ہائے علم وتصوف آپ کی بے حد قدر کرتے تھے، یہاں تک کہ سارے اکابرو اصاغر دیوبند وغیرہ بھی آپ کی انتہائی عظمت فرماتے تھے، اگر چہ کچھ فروعی مسائل میں آپ کا اور اہل دیوبند کا اختلاف تھا۔

ہندوستان کے ایک ذی مرتبہ عالم وصوفی ہونے کی حیثیت سے آپ کا تعارف حجاز، عراق، فلسطین، مصر، یمن وغیرہ ممالک اسلامی میں بھی تھا، آپ بہ ذات خود بھی حج بیت اللہ وزیارت روضۂ نبوی ﷺ وسفر عراق وفلسطین وغیرہ سے شرف اندوز تھے، آپ کے ارادت مندوں اور مریدوں کا حلقہ خود آپ کے صوبہ کے تقریباً ہر ضلع کے علاوہ صوبجات ہند سے گزر کر دیگر ممالک اسلامیہ تک وسیع ہو چکا ہے، بایں ہمہ علم و دانش آپ کی زندگی کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ آپ کو اپنے کمالات باطنی وزہد وریاضت کا اخفاد سے زیادہ منظور نظر تھا اور اس باب میں اپنی بے تکلفی اور سادگی سے اکثر بزرگ ہستیوں کو بھی اپنی شخصیت کی شناخت سے غافل کر دیتے تھے، آپ صاحب وجد حال عالم صوفی تھے، آپ کو اچھے کتب خانوں کی ہر جگہ تلاش رہتی تھی، جب کسی شہر میں جاتے اور معلوم ہوتا کہ وہاں اچھا کتب خانہ ہے تو وقت نکال کر کتب خانہ دیکھنے تشریف لے جاتے اور بسا اوقات کچھ کتابوں کے اقتباس بھی کر لیتے، آپ نے کتابوں کا اچھا خاصا ذخیرہ خود بھی خرید کر جمع کیا اور ایک اچھے کتب خانہ کی بنیاد رکھی؛ لیکن افسوس کہ کافی کتابیں تلف ہوگئیں؛ تاہم اس وقت بھی ان کی خاصی تعداد موجود ہے، آپ کی تصانیف ساٹھ ستر سے کم نہیں، لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر تصنیف چھپ بھی گئی ہو؛ مگر بیشتر چھپ گئی ہے، آپ کو تصنیفی ذوق ایام طالب علمی سے ہی تھا۔

آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں :

(۱) حواشی برشرح ملا جامی ۳ رجز (یہ ایام طالب علمی کی کاوش ہے)۔

(۲) تعلیقات برمیبذی (یہ بھی طالب علمی کی کاوش)۔

(۳) رسالہ منظوریہ (چند نحوی اعتراضات کے جواب)۔

(۴) مجموعہ ابیات عربی۔

(۵) سفینۂ نجات (مطبوعہ عظیم آباد)۔

ہر دو رسالے مناقب اہل بیت میں لکھے گئے ہیں۔

(۶) صیانت الاحباب عن اہانتہ الاصحاب۔

(۷) وسیلۂ نجات (مطبوعہ لکھنؤ)۔

(۸) کتاب المراثی (عربی مرثیوں کا مجموعہ)۔

(۹) رسالہ قیوریہ (اس میں بخار کے اسباب وعلامات ومعالجات ہیں)۔

(۱۰) طب یونانی وڈاکٹری (ناتمام)۔

(۱۱) مجربات سلیمانی (یونانی وڈاکٹری نسخوں کا ایک مکمل مجموعہ)۔

(۱۲) رسالۂ ایصال ثواب بزبان اردو (مطبوعہ عظیم آباد)۔

(۱۳) درود وسلام بزبان فارسی (مطبوعہ عظیم آباد)۔

(۱۴) رسالہ درود بزبان اردو (مطبوعہ کانپور)۔

(۱۵) رسالہ حضوری تصوف اردو (مطبوعہ لکھنؤ)۔

(۱۶) نصرۃ الصوفیہ (عربی وفارسی) مسائل تصوف کے بیان میں۔

(۱۷) مجموعہ کلام فارسی۔

(۱۸) عربی قصائد وغزلیات۔

(۱۹) شرح شجرۂ قادریہ۔

(۲۰) شجرۃ السعادۃ وسلسلۃ الکرامۃ۔

سلاسل پیران کے بیان میں ایک اور رسالہ سلسلۃ الذھب کے نام سے شائع کیا گیا جو اس وقت موجود ہے لیکن اسے حضرت کے ایک خلیفہ نے ان سے استفادہ کر کے شائع کیا۔

(۲۱) شرح قصیدۂ غوثیہ۔

(۲۲) کتاب الاشغال والاوراد (ناتمام)۔

(۲۳) تذکرہ بزرگان پھلواروی۔

(۲۴) برکات الحرمین وفلاح الدارین۔

(۲۵) رسالۂ تقبیل وعلم سینہ۔

(۲۶) شرح حدیث مسلسل بالاولیۃ۔

(۲۷) غزلیات اردو۔

(۲۸) عین التوحید۔

تصوف میں وحدت الوجود ایک معرکۃ الآراء مسئلہ ہے اوراب اس مسئلہ پر عبور رکھنے والے علماء مفقود نظر آتے ہیں، حضرت نے اسی مسئلہ پر یہ رسالہ بزبان عربی تحریر فرمایا تھا اور صاف کر کے حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکی کے حضور میں ارسال کیا تھا۔

(۲۹) شمس المعارف۔

یہ حضرت کے علمی وعرفانی مکاتیب کا مجموعہ ہے، پہلے یہ دو ضخیم جلدوں میں شائع ہوا تھا، اب اس کے چار حصے کر دیے گئے ہیں، اس میں مریدین ومعتقدین نیز دیگر علماء کے نام خطوط ہیں، جن میں مختلف علمی روحانی مضامین بھرے ہوئے ہیں۔ شمس المعارف کی پہلی جلد جس وقت شائع ہوئی تھی، لسان العصر سید اکبر الہ آبادی علیہ الرحمہ نے اسے مطالعہ فرمانے کے بعد ایک قطعہ لکھ کر حضرت علیہ الرحمہ کے پاس روانہ فرمایا تھا، وہ قطعہ حضرت نے کسی کتاب کے درمیان رکھ دیا تھا، پھر نہ جانے وہ کیا ہوا اس قطعہ کا ایک شعر جو ذہن میں محفوظ رہ گیا ہے حسب ذیل ہے ؎

بدن کو کچھ سمجھ سکتے ہو "نشتر" اور شعاعوں سے
مگر آساں نہیں تشریح استعداد روحانی

(۳۰) جواہر خمسہ۔

حضرت کے پانچ مواعظ حسنہ کا مجموعہ ہے جسے حضرت کے ایک مرید خاص مولوی محمد اسحاق ایڈیٹر "العرفان" نے بنگلور سے شائع کیا تھا۔

(۳۱) حضرت کے چند اہم مواعظ نواب محسن الملک مرحوم نے ایجوکیشن کانفرنس کی طرف سے شائع کئے تھے اور متعدد مواعظ رسالوں کی صورت میں دارالعلوم ندوہ کی طرف سے شائع کئے گئے تھے، ان دونوں اداروں کی رودادوں میں بہت سے مبسوط اور طویل مواعظ بتمام وکمال درج ہیں۔

(۳۲) ہدیۃ الواعظین۔

اس رسالے میں حضرت نے وعظ گوئی کے طریقے اور اس کے آداب سے بحث کی ہے، اسے بھی ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامیہ نے شائع کیا تھا۔

(۳۳) مجموعہ قطعات تاریخ غیر مطبوعہ۔

حضرت کو قطعہ گوئی کا خاص ذوق تھا۔

(۳۴) رسالۂ سماع۔

حضرت نے یہ رسالہ جو کافی ضخیم ہے، غناء صوفیہ ومزامیر کے جواز میں لکھا ہے، اس خاص بحث میں ایسا مدلل ومبرہن رسالہ کسی زبان میں شائع نہیں ہوا یہ رسالہ قلمی ہے؛ لیکن بہت سے علماء نے اس رسالے کا مطالعہ کیا ہے، حضرت خود صاحب وجد وسماع تھے اور جو کچھ کرتے تھے، اس کے جواز کا پورا ثبوت رکھتے تھے؛ لیکن جو لوگ غنا ومزامیر کو مختلف فیہ سمجھ کر اس سے احتیاط کرتے تھے وہ ان کے اس پرہیز سے تعریض نہیں کرتے تھے۔

حضرت نے یہ رسالہ صرف ان کے اعتراضات کے جواب میں اور یہ ثابت کرنے کے لئے لکھا ہے کہ مختلف فیہ مسائل میں نکیر نہیں کی جاسکتی، یہ رسالہ نہایت عالمانہ شان سے لکھا گیا ہے، بایں ہمہ حضرت سماع کی کثرت کو ناپسند فرماتے تھے۔

(۳۵) امارت وطاقت تنقیدی۔

مولانا نے مسئلہ امارت پر بھی ایک اہم کتاب لکھی ہے جس میں اس مسئلہ پر بہت سی غلط فہمیوں کا پردہ چاک کیا ہے، حضرت فرماتے تھے کہ امیر یا امام بغیر تنقیدی ومادی طاقت کے نہیں ہوسکتا، مولانا حکیم عبدالرؤف صاحب داناپوری ثم کلکتوی صاحب اصح السیر نے ابتداء اس سے اختلاف فرمایا اور اس پر مزید تشفی چاہی، حضرت نے اس پر ایک رسالہ بزبان عربی لکھ کر مولانا کے حوالے کیا، بعد میں مولانا بھی حضرت کے ہم خیال ہوگئے؛ لیکن نہایت افسوس ہے کہ یہ رسالہ حضرت کے پاس سے کسی نے چوری کرلیا، امارت و طاقت تنقیدی کے مسئلہ میں اکابر دیوبند بھی مثل حضرت مولانا اشرف علی صاحب ومولانا عزیز الرحمن وغیرہ بھی آپ کے ہم خیال ہیں۔

(۳۶) درزکوۃ اموال ظاہرہ وباطنہ۔

اس رسالے میں فقہی وتاریخی حوالہ جات سے ثابت کیا گیا ہے کہ اموال باطنہ کی زکوۃ پر امام کا حق نہیں؛ بلکہ مزکی خود اس کا منتظم ہے۔

(۳۷) خطبہ بنت ابی جہل۔

حضرت امیر المومنین علی مرتضی کے متعلق بخاری نے مسور ابن مخرمہ سے روایت کی ہے کہ سیدہ خاتون جنت کی موجودگی میں آپ ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کے خواہش مند ہوئے، جب نبی کریم ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے علی الاعلان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی اور عدو اللہ کی بیٹی ایک ساتھ نہیں رہ سکتیں، علیؓ اگر ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں تو میری بیٹی کو طلاق دے دیں، جب امام علی علیہ السلام کو اس خفگی کا علم ہوا تو اپنا ارادہ فسخ کردیا۔

حضرت نے اس روایت پر بڑی فاضلانہ بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ ایسا واقعہ ہی کبھی نہیں ہوا ہے۔ یہ رسالہ بھی غیر مطبوعہ ہے۔

(۳۸) ایک مختصر رسالہ اس بارے میں بھی لکھا ہے کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قبل حرمت شراب، شراب استعمال کی تھی، یہ بالکل غلط روایت ہے، اس کا خلاصہ اخبار ’منادی‘ میں شائع ہوا تھا۔

(۳۹) تطہیر اہل بیت۔

یہ حضرت کا سب سے آخری رسالہ ہے، جو حضرت نے اپنی وفات سے کچھ دنوں پہلے لکھا تھا اور جواب تک مسودہ کی شکل میں ہے، اس میں اپنے خیالات کے مطابق اس بات پر بحث کی ہے کہ آیت تطہیر کا مورد علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ، حسینؓ ہیں۔

(۴۰) ان کتابوں کے علاوہ وہ رسالے بھی ہیں، جن کا خاندان کے ورد و وظائف سے تعلق ہے؛ مثلاً کبریت احمر عرف حزب البحر کلاں، حزب البحر جیبی، عقیدۂ غوثیہ، رحمت رحماں، تکبیر عاشقان، دعائے حیدری وغیرہ۔

(۴۱) حضرت کے بڑے صاحبزادے مولانا حسن میاں مرحوم نے جتنی تصنیفیں کیں ان میں حضرت کی کاوش کو بڑا دخل رہا۔ مولانا حسن میاں مرحوم کے چھوٹے بڑے بیس رسالے ہیں، جن میں تذکرۂ ابو النجیب سہروردی، غم حسینؓ، شہادت حسینؓ، العشق، ترجمہ سفرنامۂ جاپان، علامہ عہدۂ میلاد الرسولؐ، ذکر رسولؐ، سماع موتی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

حضرت کی تصانیف کی جو فہرست اوپر مندرج ہے ان میں سے بعض سرے سے شائع ہی نہیں ہوئیں اور بعض شائع ہوئیں تو ہاتھوں ہاتھ نکل گئیں، حضرت عقیدۃً حنفی مشرب صوفی تھے، اعتزال کے خیالات سے متنفر اور ائمہ اہل بیتؓ کے بے حد مداح تھے۔

حضرت اور ندوۃ العلماء :

حضرت نے قومیات میں اس وقت سے دلچسپی لی تھی جب کہ عام طور پر علماء کرام صرف درس و تدریس کے مشاغل میں منہمک تھے، اور قومی کارکن اس قدر تھوڑے تھے، جو انگلیوں پر گنے جاسکتے تھے اور امت مسلمہ میں احساس بیداری و برتری پیدا کرنے کی عام تخیل سرے سے مقصود تھی، علماء کرام نے تعلیم جدید و قدیم کے درمیان ایک وسیع خلیج کھود رکھی تھی، خود علماء کے درمیان باہمی رواداری کا نام و نشان تک نہیں تھا، شرک و بدعت، کفر و الحاد کا ایک دوسرے پر فتوی دینا معمولی کام تھا، نیز نظام تعلیم دینی بھی مدت دراز سے ایک فرسودہ اور عقیم تھا، شدید ضرورت تھی کہ ایسے علماء پیدا کئے جائیں جو مقتضیات زمانہ سے آگاہ ہوں اور ورثۃ الانبیاء کی یہ جماعت قومی کشتی کے ناخدا بنے، حضرت شاہ سلیمان صاحبؒ صوفی علماء میں پہلے شخص تھے، جو اس جذبہ میں سرشار تھے، حسن اتفاق کہ ایک موقع پر آپ مولانا احمد حسین صاحب کانپوری کے مدرسہ میں جلسۂ دستار بندی کے لئے مدعو کئے گئے، حضرت مولانا محمد علی صاحب کانپوری ثم مونگیری بھی اس جلسہ میں مدعو تھے، اختتام جلسہ کے بعد حضرت مولانا محمد علی صاحب نے حضرت شاہ سلیمان صاحب کو صبح کی چائے پر مدعو کیا، اور مولاناؒ نے شاہ صاحبؒ سے مسلمانوں کی تعلیمی پستی، علماء کا جمود و غفلت، ان کی باہمی جنگ و جدل پھر ان کی شیرازہ بندی اور اصلاح کی اہم ترین اور فوری ضرورت پر گفتگو فرمائی، حضرت شاہ صاحبؒ ان تاثرات کو پہلے سے اپنے سینے میں سموئے ہوئے تھے نہایت مؤثر انداز میں اس اسکیم کی تائید کی اور مزید مشورہ یہ دیا کہ جلسۂ دستار بندی کے سلسلے میں جتنے علماء تشریف لائے ہیں سبھوں کو اکٹھا کر کے یہ چیز ان کے سامنے رکھی جائے اور ان سب کی رائیں معلوم کی جائیں، یہ رائے مولانا سید محمد علیؒ صاحب کو پسند آئی، اور ایسا ہی کیا؛ چنانچہ تمام علماء کی رائے سے یہ بات طے پائی کہ ایک نمائندہ جلسہ ان مقاصد کے اجراء

کے لئے منعقد کیا جائے؛ چنانچہ ۱۳۱۱ھ میں سب سے پہلا جلسہ کانپور محلہ طلاق محل میں ان دو ہستیوں (مولانا شاہ سلیمان، ومولانا سید محمد علی صاحبان رحمہما اللہ) کی موجودگی میں ہوا، جس کے صدر استاذ العلماء حضرت مولانا لطف اللہ صاحبؒ تھے، اور اسی جلسہ میں دار العلوم ندوہ کی بنیاد پڑی، ندوۃ العلماء کی ابتدائی تخیل سے لے کر اپنے آخری دور حیات تک مولانا سید شاہ سلیمان صاحبؒ نے اس کی خدمت کی حضرت ندوۃ العلماء کے لئے سارے جنوبی وشمالی ہند میں دورے کئے، کافی مدت تک لکھنؤ کی اقامت اختیار کر لی، اصحاب حل وعقد کے مشورے سے شعبان ۱۳۲۰ھ میں مددگار ناظم امور متفرقات ودفتر ہوئے، غالباً مولانا سید محمد علی صاحبؒ حج کو تشریف لے گئے تھے، پھر ۱۹۳۰ھ میں معتمد شعبۂ اشاعت الاسلام ہوئے اور کئی ماہ تک ندوۃ العلماء (جو اس وقت محلہ گولہ گنج میں تھا) اقامت فرمائی اور اس کی جانب سے نشر واشاعت کا کام انجام دیتے رہے، پھر مختلف حالات میں کبھی ہر ہائنس نواب صاحب رام پور، ہر ہائنس نواب صاحب بھاول پور کے یہاں وفود لے گئے تو کبھی غریب مسلمانوں اور علماء ومشائخ میں دورے کئے اور ان کے بچوں کو دار العلوم ندوۃ العلماء میں داخل کرایا اور پورے جوش علم سے ندوہ کی تشویق دلائی؛ گویا حضرت کی ذات اور ندوۃ العلماء لازم وملزوم تھے، مولانا عبد الماجد دریابادی نے اخبار صدق میں بالکل صحیح لکھا ہے کہ ”کانفرنس (آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس) کی کامیابی ومقبولیت کا ایک ذریعہ حضرت مولاناؒ کے مواعظ ہی ہوا کرتے تھے، یہی حال ندوہ کا تھا، ندوہ اور کانفرنس کے سالانہ جلسے اور حضرت مولانا کے وعظ لازم وملزوم تھے“۔

ندوۃ العلماء کا کوئی وفد اور کوئی اجلاس ایسا نہ تھا جس میں حضرت کی شرکت لازمی نہ سمجھی جاتی ہو، مولانا شبلی نعمانی مرحوم کے مکاتیب (مطبوعہ معارف پریس) اس کے شاہد عدل ہیں، ان کے مکاتیب بتاتے ہیں کہ جب وہ کسی وفد کی روانگی کے متعلق کوئی تجویز مرتب کرتے تو حضرت شاہ سلیمان صاحبؒ کی شرکت کو لازمی اور طے شدہ حقیقت سمجھے جاتے، ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا حضرت کسی خانگی ضرورت کی وجہ سے نہ جاسکے تو علامہ شبلی نعمانیؒ بذات خود پھلواری پہنچے۔

ایک عظیم الشان اخلاقی تائید:

حضرت شاہ سلیمانؒ صاحب کی شرکت ندوہ سے اس علمی ادارے کو ایک عظیم الشان اخلاقی تائید حاصل ہوئی، جو خاص اہمیت رکھتی ہے؛ کیوں کہ ندوۃ العلماء کے خلاف ایک ایسی جماعت منظر عام پر آگئی تھی، جس نے نیچریت وہابیت وغیرہ کا الزام لگا کے اسے عام نظروں سے گرا دینا چاہا تھا؛ بلکہ گرا دیا تھا، لیکن حضرتؒ کا ندوہ کی تائید کرتے رہنا اس قسم کے پروپیگنڈے کی مجسم تردید ثابت ہوئی، حضرت اعتزال کے خیالات سے جس قدر متنفر تھے دنیا اس سے خوب واقف تھی، پھر صاحب وجد وحال صوفی تھے، آپ کا خاندان قدامت عقیدہ وتہذیب کی یادگار تھا، جب قوم کے سامنے حضرت ندوہ کے سپر بن کر پیش ہوجاتے تو نیچریت کا طوفان ختم ہوجاتا اور لوگ مطمئن ہوجاتے اور صرف اسی قدر نہیں؛ بلکہ حضرت کے ذاتی وخاندانی تعلقات کی وجہ سے دوسرے راسخ العقیدہ صوفیہ بھی ندوہ کے اجلاسوں میں شریک ہوئے، حضرت ہی کی تحریک سے بعض مجلس انتظامیہ کے رکن بنائے گئے، بعضوں نے مجلس استقبالیہ کی

صدارت کی، بعضوں نے اپنی اولاد ندوہ میں تعلیم کے لئے بھیجیں، اس طرح ندوہ کو حضرت نے عوام میں مقبول بنایا۔

پانچ مرتبہ صدارت :

۱۹۲۰ء کی تحریک ترک موالات سے پہلے علمائے ہند کی سب سے بڑی یا غالبا تنہا جماعت یہی ندوہ تھا، قوم وحکومت دونوں پر اس کا اثر تھا، حضرت کی خدمات ندوہ کی مقبولیت کا اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ نے پانچ مرتبہ ندوۃ العلماء کے سالانہ جلسوں کی صدارت فرمائی، آپ کی آخری صدارت ندوۃ العلماء کے سب سے شاندار اجلاس منعقدۂ مدراس میں ہوئی، جس میں (سر عبدالرحیم سابق جسٹس مدراس ہائی کورٹ موجودہ صدر سنٹرل لیجسلیٹو اسمبلی) مجلس استقبالیہ کے صدر تھے، حضرتؒ نے مسلسل تین چار ماہ مدراس میں صرف کرکے کام کو آگے بڑھایا اور ندوہ کو مدراس سے بہت بڑی مالی امداد دلوائی۔

آخری یادگار خدمت :

حضرت شاہ صاحبؒ پر جب ضعف پیری غالب ہوگیا اور مسلسل دورۂ سفر کرنے کے لائق نہ رہے، نیز رجحانات عامہ سیاسی اور جدید تحریکات کی طرف منعطف ہوگئے تو ایک خالص تعلیمی اصلاحی ادارہ کے لئے کسی جوش عملی کا مظاہرہ بہت دشوار تھا؛ لیکن ان حالات میں بھی آپ نے ندوہ کے مفاد کو ضائع نہ ہونے دیا، حضرتؒ لکھنؤ میں رانی قمر زماں بیگم آف نانپارہ کے یہاں مقیم تھے، جو حضرت کو نہ فقط اپنا مرشد بلکہ اپنا باپ تصور کرتی تھیں، رانی صاحبہ کو کوئی اولاد نہ تھی، اس لئے ان کو اپنی جائداد کی بڑی فکر تھی اور وہ کسی صحیح مصرف کی تلاش میں تھیں اور اپنی حیات ہی میں اس کا صحیح مصرف متعین کرکے وثیقہ تعمیل کردینا چاہتی تھیں، حضرت سے انہوں نے اپنی رائے ظاہر کی، حضرت نے انہیں دارالعلوم ندوہ کے نام وقف کردینے کا مشورہ دیا اور اپنا پورا اثر ورسوخ صرف کرکے انہیں اس کار خیر کے لئے تیار کرلیا، حضرت کئی ماہ وہاں مقیم رہے اور جب تک انہوں نے اپنی جائداد کا ایک بڑا حصہ ندوہ کے لئے وقف نہ کیا اور حضرت کو مطمئن نہ کردیا اس وقت تک وطن تشریف نہ لائے، وثیقہ تیار کیا گیا اور معززین شہر کی گواہیاں بھی ثبت ہوگئیں، صرف باضابطہ رجسٹری باقی تھی کہ رانی صاحبہ کا اچانک انتقال ہوگیا، حضرت وطن میں تھے؛ لیکن ساری خبریں مل رہی تھیں، رانی صاحبہ کے بعد سخت افراتفری ہوئی، ہر طرف سے دعویدار امڈ آئے، کوئی فریق بھی ندوہ کا خیر خواہ نہ تھا، نہ یہ چاہتا تھا کہ اتنی زیادہ آمدنی ندوہ کے حق میں لگ جائے، یہاں تک کہ رانی صاحبہ نے جو وثیقہ کیا تھا، وہ بھی غائب کرادیا گیا، حضرتؒ نے ضعف پیری کے باوجود لکھنؤ کا سفر اختیار کیا اور حسب معمول رانی صاحبہ کی کوٹھی میں مقیم ہوئے، جہاں اب رانی صاحبہ موجود نہ تھیں، رانی صاحبہ کے معتمدین میں بعض ایسے لوگ تھے، جنہیں حضرت سے بیعت تھی، اور کوٹھی کے سب لوگوں پر حضرت کا روحانی اقتدار تھا، حضرت نے اپنے اثرات کو کام میں لاکر پہلے وثیقہ برآمد کرایا، پھر یہ وثیقہ ذمہ داران ندوہ کے ہاتھوں پہنچا دیا گیا، دوسری طرف اکثر ورثا کو اس بات کی طرف مائل کیا کہ وہ ندوہ کے حق میں مزاحمت نہ کریں، حضرت ان کاموں کی تکمیل کے بعد مکان واپس آئے، خیال تھا کہ اب مزاحمت کا سلسلہ بند ہوجائے گا؛ لیکن پھر بھی مزاحمتیں شروع ہوگئیں، اب اہل ندوہ کے لئے بجز عدالت کے دروازہ کے اور کوئی صورت وصول حق کی نہ تھی،

ندوہ کی طرف سے مقدمہ دائر کیا گیا، اس مقدمہ میں حضرت کی گواہی ناگزیر تھی، ضعف قوی کی وجہ سے اہل ندوہ نے حضرت کو تکلیف سفر نہ دی اور کمیشن کے ذریعہ پھلواری شریف میں ہی اظہار لینے کی تجویز کی، صوبہ بہار کے لئے وہ زمانہ قیامت صغری کا تھا، زلزلے کے پیہم جھٹکے انسانی ہوش وحواس گم کر چکے تھے، خود حضرت کے مکان کا بیشتر حصہ منہدم یا خستہ وخراب ہو چکا تھا، ایسے موقع پر بھی حضرتؒ بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ کمیشن کو خوش آمدید کہنے کے لئے تیار ہو گئے، کمیشن آیا اور دو دن تک مسلسل جرحیں ہوتی رہیں اور ہر دن آٹھ دس گھنٹے مسلسل یہ سلسلہ رہا، حضرت کی گواہی اتنی مؤثر اور طاقت ور رہی کہ فریقوں کو بالآخر ندوہ سے صلح کر لینے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا، اس کمیشن کے کامیاب واپسی کے بعد مولانا ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب ناظم ندوہ نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں مکتوب فرمایا کہ:

''ندوہ جناب کے اس احسان عظیم سے کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتا''۔

پھر تمام معاملات کے بحسن وخوبی انجام پاچکنے کے بعد جناب ناظم صاحب ممدوح نے اپنے ایک دوسرے مکتوب مورخہ ۱۰/اپریل ۱۹۳۵ء میں تحریر فرمایا:

''اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ حضرت کو صحت وتوانائی عطا فرمائے اور آپ کا سایہ ہم لوگوں کے سروں پر عرصہ دراز تک قائم رکھے، مقدمۂ وقف کے حسب خواہ فیصلہ سے جس قدر مسرت جناب والا کو ہوئی ہے وہ اس خلوص اور سچی ہمدردی کی بنا پر ہے، جو جناب والا کو ابتدائے قیام ندوہ سے اب تک ہے اور یہ خدمت جناب والا کی ندوہ کے ساتھ ایسی ہے، جو ہمیشہ یادگار رہے گی اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کار خیر کا ثواب دیتا رہے گا، ندوہ کو اس مقدمہ کی رو سے کم وبیش ۲۰/ہزار روپیہ سالانہ کی جائداد حاصل ہوئی''۔

ندوۃ العلماء کے علاوہ حضرت شاہ سلیمان صاحبؒ ایجوکیشنل کانفرنس، حمایت الاسلام لاہور، ڈھاکہ یونیورسٹی وغیرہ کی بنیادی خدمت میں پیش پیش رہے۔

الغرض ساری عمر امت اسلامیہ کی خدمت میں بسر کی، وہ مسلمانان ہند کی تاریخ حاضرہ کے بنانے میں تھے، وہ سب سے پہلے صوفی عالم تھے، جن کی وقعت سر سید احمد خاں کے دل میں متمکن ہوئی اور انہوں نے اپنے اخبار ''تہذیب الاخلاق'' میں ان کے مواعظ شائع کیے، اور گو سر سید کے مذہبی خیالات سے وہ بالکل مختلف تھے؛ لیکن تعلیم جدید کی ترویج میں وہ ان کے حامی تھے، آخر الامر پچاس سال کی لازوال خدمات کے بعد یہ عالم وواعظ شیریں مقال ۲۷/صفر ۱۳۵۴ھ روز جمعہ مطابق ۳۱/مئی ۱۹۳۵ء کی صبح کو چھ بج کر ۵۵/منٹ پر رفیق اعلی سے جا ملا اور شاہی مسجد پھلواری شریف (المعروف سنگی مسجد) کے مشرقی دروازے کے قریب سپرد خاک کر دیا گیا۔

اناللہ وانا الیہ راجعون—— (الندوہ مئی ۱۹۴۲ء)

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

تعظیم رسالت صلی اللہ علیہ وسلم آیات وآثار کی روشنی میں

● مولانا محمد شہزاد علی مجیبی ـــــ دارالعلوم مجیبیہ خانقاہ پھلواری شریف

یہ بالکل واضح حقیقت ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرنا ایمان واسلام کا اہم ترین شعبہ ہے، اس کے بغیر دین وشریعت کا کوئی باب مکمل نہیں ہوسکتا، اور نہ ہی اس کے بغیر ایمان واعتقاد کی بنیاد مکمل ہوسکتی ہے، تعظیم شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا وآخرت کی کامیابی وکامرانی کا سبب اور میدان محشر میں سربلندی کا باعث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام اسے اپنا ذریعۂ نجات اور توشۂ آخرت تصور کیا کرتے تھے۔ حضرات خاصان خدا، حضرات انبیائے کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوۃ والسلام خصوصاً سید الاولین والآخرین، محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کو اپنے لیے لازمی اور ضروری سمجھتے تھے۔ کوئی کلام اپنی زبان حال اور قلم کے زیر اثر ایسا ظاہر نہ کرتے، جس سے گستاخی اور بے ادبی کا شائبہ ہو، اور شایان شان کے خلاف واقع ہو۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قلوب میں گستاخی اور بے ادبی کا توتوہم بھی پیدا نہیں ہوتا تھا، وہ دل وجان سے شاداں وفرحاں ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز واکرام کیا کرتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم کماینبغی تحریر میں نہیں آسکتی، کیوں کہ تعظیم وتکریم ایک کیفیت قلبی کا نام ہے، جس سے مختلف اقسام کے آثار وافعال ظہور میں آتے ہیں، اس کو بیان کرنا امکان سے خارج ہے، مگر چند آیات وآثار کریمہ ارقام کئے جاتے ہیں۔

چنانچہ فرمان خداوندی ہے:

اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا ۙ﴿۸﴾ لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتُعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ ؕ وَتُسَبِّحُوۡهُ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا ﴿۹﴾ ـــ (سورۂ فتح)

ترجمہ : ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شاہد ومبشر اور نذیر بنا کر بھیجا، تاکہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ

وسلم) پر ایمان لاؤ، اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعظیم وتوقیر کرو، اور صبح وشام اللہ کی پاکی بیان کرو۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر امت مسلمہ پر واجب، لازم اور ضروری ہے، جیسا کہ حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمہ ”کتاب الشفاء“ میں فرماتے ہیں:

”فاوجب اللہ تعالی تعزیرہ وتوقیرہ والزم اکرامہ“

ترجمہ: اللہ تعالی نے اپنے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام کی تعظیم وتوقیر، اجلال واکرام کو واجب اور لازم کر دیا ہے۔

اسی طرح سورۂ حجرات میں حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم کا حکم دیا گیا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۝۲ ــــ (سورۂ حجرات)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی (ﷺ) کی آواز سے بلند نہ کرو، اور نہ ان سے اونچی آواز سے کلام کرو، جیسا کہ آپس میں باہم بات کرتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں اور تمہیں شعور بھی نہ ہو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مومنوں کو اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم، عزت واحترام کا درس دیا ہے۔ اس آیت کریمہ کے نزول سے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ حال ہو گیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! رب کائنات کی قسم! میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مرتے دم تک اس طرح کلام کروں گا جیسے کوئی کسی سے سرگوشی کرتا ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس قدر آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نرم کلامی کرتے تھے کہ بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوبارہ پوچھنا پڑتا تھا، اور حضرت ثابت بن قیس کی طبعی طور پر بہت آواز بلند تھی۔ یہ آیت سن کر وہ اشد متذبذب ہوئے، اس خوف سے کہ کہیں اعمال ضائع نہ ہو جائیں، وہ زار وقطار رونے لگے اور ہمیشہ ہمیش کے لیے اپنی آواز پست کر دی ــــ (معارف القرآن، ص: ۱۰۰)

حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں واجب ولازم تھی، ویسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال ظاہری کے بعد بھی واجب ولازم ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

”عن ابی بکر الصدیق قال: لاینبغی رفع الصوت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی نبی حیا و میتا“ ــــ (مسند الحارث، باب فی حیاتہ ووفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آواز بلند نہ کرنا چاہئے، نہ زندگی میں اور نہ ہی وصال کے بعد۔

اس حدیث شریف کی روشنی میں بعض علماء نے فرمایا: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور کے سامنے بھی بلند آواز سے سلام وکلام کرنا ممنوع اور خلاف ادب ہے۔ اسی طرح جس محفل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پڑھی، یا بیان کی جارہی ہوں،

اس میں شور وشغب کرنا بے ادبی ہے، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہو رہا ہو، اس وقت سب کے لئے خاموش ہو کر اس کا سننا واجب وضروری تھا۔اسی طرح بعد وصال جس مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سنایا جاتا ہو، وہاں شور وشعب کرنا بھی بے ادبی ہے—(معارف القرآن،ص:۱۰۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی (ﷺ) میں آواز بلند کرنے والوں کو تنبیہ کرتے اور زجر وتوبیخ فرماتے۔جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

"عن السائب بن یزید قال: کنت نائما فی المسجد فحصبنی رجل فنظرت فاذا عمر بن الخطاب فقال اذهب فائتنی بهذین فجئت بهما قال من انتما او من این انتما قال من اهل الطائف قال لو کنتما من اهل البلد لا وجعتکما ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم"—(صحیح بخاری، باب رفع الصوت فی المسجد)

ترجمہ : حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں ایک بار مسجد نبوی میں کھڑا تھا کہ کسی نے مجھے کنکری ماری، دیکھا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں، کہا: جاؤ اور ان دو شخصوں کو لے آؤ، جب ان دونوں کو میں ان کے پاس لے گیا تو پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا: ہم طائف کے ہیں، آپ نے فرمایا کہ اگر تم اس شہر کے ہوتے تو میں تم کو ضرور اذیت پہنچاتا اور مارتا، اس واسطے کہ تم مسجد نبوی میں آواز بلند کرتے ہو۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ مسجد نبوی میں کوئی شخص آواز بلند نہیں کرسکتا تھا، اور اگر کوئی شخص کرتا بھی تو مستحق تعزیر سمجھا جاتا تھا، باوجودیکہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ چنداں دور نہ تھے، مگر اسی ادب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو پکارا نہیں، بلکہ کنکری پھینک کر اپنی طرف متوجہ کیا، یہ تمام آداب اس وجہ سے تھے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام وہاں بہ حیات ابدی تشریف رکھتے ہیں، کیوں کہ اگر لحاظ صرف مسجد ہونے کا ہوتا تو "فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم" کہنے کی ضرورت نہ تھی۔دوسرا قرینہ یہ ہے کہ اس تعزیر کو اہل شہر کے لیے خاص فرمایا، جن کو مسجد شریف کے آداب خوب معلوم تھے، اگر صرف مسجد ہی کا لحاظ ہوتا تو اہل طائف بھی معذور نہ سمجھے جاتے، کیوں کہ آخر وہاں بھی مسجدیں تھیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر، عزت واحترام اصحاب کرام کے قلوب میں اس قدر جاگزیں تھی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کلام نہ کرتے تھے، اور ان کو کچھ دریافت کرنا ہوتا تو کئی دنوں تک سکوت اختیار کرتے، اور موقع کے منتظر رہتے، یا کسی بدوی کی فکر میں رہتے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پوچھے اور ہم استفادہ کرسکیں، کیوں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و اجلال کے باعث خود دریافت نہ کر پاتے تھے، اور مجلس میں آکر بیٹھتے تو بالکل بے حس وحرکت سر نیچے کئے بیٹھے رہتے، کبھی نگاہ اٹھا کر دیکھنے کو گوارہ نہ کرتے۔جیسا کہ حضرت اسامہ بن شریک سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

"اتیت النبی صلی الله علیه وسلم واصحابه حوله کانما علی روسهم الطیر"—(کتاب الشفاء)

ترجمہ : میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو صحابہ کرام کا حال یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے چاروں طرف اس طرح بیٹھے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔

یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بہ حیثیت تعظیم اس طرح بیٹھتے جیسے ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہوں اور وہ ان کے اڑنے کے خوف سے سر نہ ہلائیں۔

سورۂ نور میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے کا ضابطۂ اخلاق مرتب کیا گیا ہے:

"لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا"۔۔۔(النور:۶۳)

ترجمہ: اے مسلمانو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح نہ پکارو، جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

یعنی عام طور پر جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو، اس طرح میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پکارو، بلکہ عزت و احترام تعظیم وتکریم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معظم القاب سے نہایت ہی باریک اور سریلی آواز میں متواضعانہ و منکسرانہ لہجہ میں یارسول اللہ، یا حبیب اللہ کہہ کر پکارو۔۔۔(تفسیر نعیمی)

یہ ضابطۂ اخلاق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری تک ہی محدود نہیں رہا، بلکہ قیامت تک کے لیے ہر عہد و زمان پر محیط ہے۔ آج بھی بارگاہ رسالت کے وہی آداب وضوابط ہیں جو دور صحابہ میں رونما تھے، لہذا اصحاب ایمان کو چاہئے کہ اس متاع بے بہا کو اپنے قلوب میں جاگزیں کریں، جو لوگ ہمہ وقت عاجزی وانکساری کے ساتھ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم کا خوب خوب لحاظ رکھتے ہیں، یہی لوگ "امتحن اللہ قلوبھم للتقوی" کے مصداق ٹھہریں گے، اور جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم سے روگردانی کرتے ہیں اور اسے کمتر وادنی سمجھتے ہیں، یہی لوگ مردود و مقہور قرار دیے جائیں گے اور عذابِ الیم کے مستحق ہوں گے۔

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ورضوعنہ جو ہمہ وقت حبیب ومحبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر اور جانباز رہتے تھے، احکام شرعیہ سے خوب خوب واقفیت اور مہارت تامہ رکھتے تھے، اور حلال وحرام کی تمیز کرتے تھے، وہ اپنے آقا و مولی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر، اجلال واکرام کیسے کرتے تھے، اور ان کے قلوب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی الفت ومحبت اور عقیدت کتنی تھی، مندرجہ ذیل احادیث سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

بخاری "کتاب الشروط" میں روایت ہے کہ حضرت عروہ بن مسعود بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور تعظیم نبوی کا جو منظر دیکھا اسے اپنی قوم سے اس طرح بیان کرتے ہیں:

"ای قوم واللہ لقد وفدت علی الملوك ووفدت علی قیصر و کسری والنجاشی واللہ ان رأیت ملکا قط یعظمه اصحابه ما یعظم اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) محمدا واللہ ان تنخم نخامة الا

وقعت فی کف رجل منهم فدلك بها وجهه وجلده وإذا امرهم ابتدروا امره واذا توضأ کادوا یقتتلون علی وضوئه واذا تکلم خفضوا اصواتهم عنده وما یحدون الیه النظر تعظیماً له"۔

ترجمہ : اے قوم! اللہ کی قسم میں بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں، میں نے قیصر وکسری اور نجاشی کے دربار میں حاضری دی، مگر اللہ کی قسم میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب اس کی اس قدر تعظیم بجالاتے ہوں، جتنی حضرت محمد ﷺ کے اصحاب ان کی تعظیم بجالاتے ہیں، بخدا جب وہ تھوکتے ہیں تو ان کا لعاب دہن کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی پر ہی گرتا جسے وہ اپنے چہرے اور جسم پر مس کر لیتا ہے، جب وہ حکم دیتے ہیں تو فوراً تعمیل ہوتی ہے، جب وہ وضو کرتے ہیں، تو یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ وہ لوگ غسالہ کے لیے باہم لڑنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ وہ لوگ ان کی بارگاہ میں آواز پست رکھتے اور تعظیم کے باعث اپنی نگاہیں نیچی رکھتے ہیں۔

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

"رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم بمکة وهو بالابطح فی قبة حمراء من ادم و رأیت بلالا اخذ وضوء رسول الله صلی الله علیه وسلم ورأیت الناس یبتدرون ذالك الوضوء فمن اصاب شیئًا تمسح به و من لم یصب منه اخذ من بلل ید صاحبه"— (بخاری کتاب اللباس، باب القبة الحمراء من ادم)

ترجمہ : میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ کے ابطح مقام میں دیکھا جب کہ وہ چمڑے کے سرخ خیمہ میں تشریف فرما تھے، اور میں نے حضرت بلال کو دیکھا، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا مستعمل پانی لیا اور لوگوں کو دیکھا کہ اس پانی کی طرف دوڑ رہے ہیں، تو جس کو اس میں سے کچھ ملا اس نے اپنے چہرہ وغیرہ پر مل لیا، اور جو نہیں پایا تو اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے تری لے لی۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہر طرح سے عزت واحترام، تعظیم وتکریم بجالاتے تھے، یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن، تھوک اور بلغم کو بھی زمین پر گرنے نہیں دیتے، بلکہ اپنے ہاتھوں میں لے کر بدن اور چہروں پر مل لیا کرتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے پانی سے برکت حاصل کرنے کے لیے دوڑ پڑتے اور لڑنے پر آمادہ ہو جاتے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

"کان اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم یقرعون بابه بالاظفار"—(الادب المفرد للبخاری، باب قرع الباب)

ترجمہ : رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب دروازہ مبارک پر ناخن سے دستک دیتے۔

حضرت ملا علی قاریؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

"ای ضربا خفیفا لطیفا تعظیما و تکریما و تشریفا"—(کتاب الشفاء)

ترجمہ : یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم اور توقیر کے لیے ضرب خفیف سے ہلکی دستک دیتے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم درمیان مجلس کسی کے ہاں تشریف لے جاتے تو صحابۂ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی تعظیماً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھڑے ہو جاتے، یا پہلے ہی سے کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے اور جب جانے کا قصد فرماتے تو صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھڑے ہو جاتے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

"قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يجلس معنا في المسجد يحدثنا فاذا قام قمنا قياما حتى نراه قد دخل بعض بيوت ازواجه"—(مشکوۃ شریف، باب الاکرام)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ بیٹھتے اور باتیں کرتے، پھر جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اٹھتے تو ہم بھی اٹھ جاتے، اور دیر تک کھڑے رہتے، یہاں تک کہ ہم دیکھتے کہ اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی کے ہاں تشریف لے گئے ہیں۔

یعنی باہم گفتگو سے مجلس برخاست ہو جاتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جانے کے لیے کھڑے ہوتے تو ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم کے باعث کھڑے ہو جاتے۔ اور اس وقت تک متفرق نہ ہوتے جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی کے ہاں تشریف نہ لے جاتے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کھڑی ہو جاتیں، چنانچہ وہ فرماتی ہیں کہ:

"كان اذا دخل عليها قامت اليه فاخذت بيده فقبلته واجلسته في مجلسها"—(مشکوۃ شریف، باب المصافحہ والمعانقہ)

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم کے لیے دست بستہ کھڑی ہو جاتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست شفقت پر بوسہ دیتیں۔

جو لوگ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم کا لحاظ نہیں رکھتے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان مبارک میں نازیبا کلمات ادا کرتے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ان سے لڑنے پر آمادہ ہو جاتے تھے، جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابو قحافہ نے حالت کفر میں کوئی نازیبا و ناشائستہ کلمہ منہ سے نکالا، تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فوراً ان کے منہ پر طمانچہ کھینچ مارا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا، تو عرض گزار ہوئے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میرے ہاتھ میں شمشیر برہنہ نہ تھی، ورنہ ایسی گستاخی پر ان کا سر قلم کر دیتا۔

مذکورہ آیات کریمہ و احادیث شریفہ سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر بجالانا ضروری اور لازمی ہے۔ کوئی شخص عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر مسلمان نہیں ہوسکتا، عظمت رسول ہی اصل پونجی ہے، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے

اپنے پیارے آقا ومولی حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی تعظیم وتکریم کی، جس کی مثال پوری دنیا میں نہیں مل سکتی۔

مگر حیف صد حیف ان لوگوں کے حال پر جو باوجود مدعی علم ہونے کے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی کے کلمات استعمال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں قوۃ فہم اور ذوق سلیم عطا فرمائے، تاکہ وہ عذاب الٰہی سے محفوظ و مامون ہوں، اور ہم غلامان نبی کو عظمت و مقام نبوت سمجھنے کی توفیق عطا کرے اور ہمیں تعظیم رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبۂ بیکراں سے مالامال فرمائے۔ آمین!

هزار بار بشویم دهن زمشک و گلاب
هنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

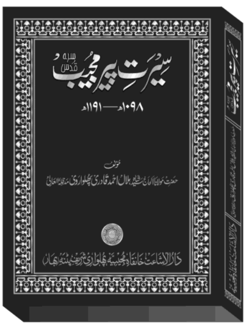

سیرتِ پیر مجیب قدس سرہ

(جدید ایڈیشن مع اضافہ)

مؤلف

حضرت مولانا الحاج سید شاہ ہلال احمد قادری پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

خانوادۂ مجیبیہ کے ایک نکتہ سنج، دقیقہ رس، ذی وقار عالم عمدۃ المتوکلین حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کی مایۂ ناز گرانقدر تالیف ہے، جس میں بانیٔ خانقاہ مجیبی حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ مجیب اللہ قادری پھلواروی قدس سرہٗ کے علمی وعرفانی کمالات، دینی خدمات، ارشاد وہدایت، تربیت وتزکیۂ نفوس کے طریقے، خانقاہ مجیبی کی خصوصیات، حضرت کے کرامات وتصرفات، خلفاء ومجازین اور ہم عصر علماء ومشائخ کے حالات نہایت احسن پیرایے میں تحریر کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب خانقاہ کے بزرگوں کے حالات زندگی پر ریسرچ کرنے والوں کے لئے انمول تحفہ ہے، جو بہت ساری نادر ونایاب کتب ورسائل اور قلمی نسخہ جات کا جامع مجموعہ ہے۔ یہ کتاب ایک اہم تاریخی دستاویز کے ساتھ ساتھ واقعات وحالات کا ایک دلچسپ مرقع بھی ہے، جسے ترتیب دے کر مؤلف نے قارئین ومستفیدین پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ پوری کتاب نو ابواب پر مشتمل ہے، جس کے ہر باب کے اندر کثیر معلومات اور ان گنت شواہد کے ذخائر موجود ہیں۔

یہ کتاب اپنے موضوع پر مستند تاریخ، جامع سوانح ہے، جو دیدہ زیب طباعت اور خوشنما سرورق سے مزین 480 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کی قیمت محض -/400 روپے ہے۔ دار الاشاعت خانقاہ مجیبیہ سے آج ہی حاصل کیجئے اور اپنی معلومات میں اضافہ کیجئے۔

رابطہ: +91-7250433562, 7903953313

حضرت قطب الدین بینا دل جونپوریؒ اور خانقاہ مجیبیہ

● سید محمد نیر رضوی ـــ سی، ۳ رحمان اپارٹمنٹ، نیو پارس ٹولی، ڈورنڈا، رانچی (جھارکھنڈ)

خاصۂ خاصان خدا، عارف باللہ اور عاشق رسولؐ: حضرت قطب الدین بینا دل قلندر جونپوری قدس سرہ، نویں صدی ہجری میں سلسلۂ قلندریہ کے ایک بڑے ہی عالی مرتبت اور صاحب کمال بزرگ گذرے ہیں۔ آپؒ کے اسم مبارک سے ہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپؒ اُتر پردیش کے شہر: جونپور کے رہنے والے تھے۔ اہل علم و ادب، دانشورانِ ملت اسلامیہ اور بالخصوص اہل تصوف اس شہر ''جونپور'' کو ''مدینۃ الاولیاء'' اور ''شیراز ہند'' کے القاب سے بھی موسوم کرتے ہیں کیونکہ اس شہر میں شرقی حکمرانوں کی حکومت کے دوران کثیر تعداد میں علمائے کرام، مشائخ عظام اور صوفیائے کرام موجود تھے۔ شرقی حکمرانوں نے یہاں اسلامی تعلیمات کی خوب خوب سرپرستی کی اور ہمیشہ اسے اپنی ترجیحات میں شامل رکھا۔

حضرت قطب الدین بینا دلؒ، صاحب تصرفات بزرگ ہیں۔ آپؒ پیدائشی طور پر قلندر ہیں اور ملاّ رکن الدین یک لکھی ظفرآبادی قدس سرہ کے خاندان سے ہیں۔ ملاّ رکن الدین، حضرت مخدوم سید اسد الدین، آفتاب ہندؒ کے مرید و خلیفہ تھے اور انہی کے ساتھ جہاد و تبلیغ کی غرض سے ظفرآباد آئے تھے۔ ملاّ رکن الدین قدس سرہ کو ایک لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں، اسی لئے انہیں ''ملاّ یک لکھی'' کے لقب سے موسوم کیا جاتا ہے۔ وہ ایک عالم باعمل اور سالکِ طریقت بزرگ تھے۔ اُنہی کے خاندان میں حضرت قطب الدین بینا دل قلندر جونپوریؒ، حضرت شاہ نور نور پوریؒ اور حضرت شاہ فتح علی قلندرؒ جیسے اولیائے کرام تشریف لائے۔ حضرت قطب الدین بینا دل قلندر جونپوریؒ نابینا پیدا ہوئے تھے یہاں تک کہ چہرے پر آنکھ کے نشان بھی موجود نہ تھے مگر قلب و جگر، نور باطنی سے اس قدر منور تھا کہ انہیں کسی چیز کو دیکھنے اور سمجھنے کے لئے کبھی بینائی کی ضرورت نہیں پڑی۔ اسی لئے ''بینا دل'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔ کتب تاریخِ تصوف کے مطابق حضرت شاہ خضر رومیؒ کے خصوصی اشارہ پر حضرت سید نجم الدین غوث الدہر قلندرؒ بعہد سلطان شمس الدین ابراہیم شاہ ابراہیم خان (۱۴۰۱ء-۱۴۴۰ء)، جونپور تشریف لائے اور قصبہ سُرہر پور پہنچے، یہاں کچھ عرصہ رک کر حضرت قطب الدین

بینا دل کی تعلیم وتربیت فرمائی اور اس کے بعد قلندریہ سلسلہ کے علاوہ دیگر سلاسل کی بھی تمام امانتیں اُنہیں سپرد کر روانہ ہو گئے، پھر تو حضرت قطب الدین بینا دلؒ ہر وقت اوراد واشغال، اذکار ومراقبات اور عبادات وریاضات میں مصروف رہنے لگے، یہاں تک کہ جب منزل مقصود کو پہنچے تو جونپور میں رہائش اختیار کر لی اور دین کی تبلیغ واشاعت میں مشغول ہوئے۔حضرت قطب الدین بینا دل سرانداز غوثیؒ کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وصال میں اختلاف ہے زیادہ تر محققین نے تاریخ پیدائش ۷۷۶ھ میں تحریر کیا ہے اور تاریخ وصال ۹۲۵ھ میں تحریر کیا ہے۔غرض حضرت قطب الدین بینا دلؒ نے ۱۴۹ سال کی لمبی عمر پائی۔آپؒ کا خاندان ''سادات قطبی'' سے مشہور ہے اور تاریخ میں آپؒ کا شجرۂ نسب اس طرح مرتب ہے:

''سید قطب الدین بینا دل جونپوری بن سید حسن بن سید علی بن امر الدین بن سید قیام الدین بن سید صدر الدین بن سید رکن الدین بن سید نظام الدین بن سید قطب الدین بن سید امیر احمد بن سید یوسف بن سید عیسیٰ بن سید جعفر بن سید قاسم بن سید عبداللہ بن سیدنا عبدالرزاق بن حضرت سیدنا غوث الاعظم قدست اسرارہم''۔۔۔(از گلشن فقری بحوالہ: تذکرۃ الانساب، صفحہ: ۱۲۴)

حضرت قطب الدین بینا دل قدس سرہ کو سلسلۂ قلندریہ کے علاوہ دیگر اہم سلاسل جیسے سلسلۂ علویہ، طیفوریہ، چشتیہ، قادریہ، فردوسیہ اور سہروردیہ کی بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔اُنہیں حضرت شیخ عبداللہ شطاریؒ سے بھی روحانی فیض پہنچا تھا جو مسند قطبی اور مرتبۂ غوثیت سے سرفراز تھے۔حضرت قطب الدین بینا دلؒ کو سلسلۂ مداریہ کی اجازت سید جمالؒ سے حاصل تھی اور سید جمالؒ کو حضرت شاہ مدارؒ سے حاصل تھی۔حضرت قطب الدین بینا دلؒ کو سلسلۂ قادریہ کی اجازت، حضرت نور الدین مبارک غزنویؒ سے اس طرح پہنچی تھی کہ اِن کے مرید وخلیفہ اُن کے صاحبزادہ حضرت نظام الدین غزنویؒ تھے اور اُن کے خلیفہ اُن کے صاحبزادہ نجم الدین الملقلب بہ غوث الدہرؒ (متوفی: ۷۸۳ھ) تھے، جو حضرت خضر رومی شعلہ قلندرؒ کے مرید وخلیفہ تھے اور محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاؒ سے بھی روحانی فیض پایا تھا۔یہی عظیم المرتبت بزرگ حضرت نجم الدین الملقلب بہ غوث الدہر قدس سرہ، وہ عظیم المرتبت بزرگ ہیں جنہوں نے حضرت قطب الدین بینا دلؒ کی ظاہری اور باطنی تعلیم مکمل کرائی اور اُن کو اپنا مرید وخلیفہ بنا کر تمام سلاسل کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

حضرت قطب الدین بینا دل قدس سرہ کے بارے میں مشہور ہے کہ ذکر غوثیہ کے دوران سراندازی کے وقت آپؒ کا سر اور دھڑ الگ الگ ہو جاتا تھا۔اسی لئے آپؒ کو سرانداز غوثی بھی کہا جاتا ہے۔نویں صدی ہجری کے اس جامع السلاسل بزرگ اور عاشق رسولؐ؛ حضرت قطب الدین بینا دل سرانداز غوثی جونپوری قدس سرہ کا وصال بھی اس طرح ہوا کہ وصال کے تین روز قبل شدید بخار میں مبتلا ہوئے اور تیسرے روز مغرب کی نماز میں جب سجدہ میں تشریف لے گئے تو سجدہ سے سر نہ اُٹھا سکے۔مزار اقدس شہر جون پور کے جوگیا محلہ میں واقع ہے جسے علّن پورا اور شیخ پور کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔یہ مزار شریف جیل خانہ کی شمالی دیوار کے قریب واقع ہے جہاں ہر سال ۲۵ رشعبان کو عرس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ہندوستان میں سلسلۂ قلندریہ کی تبلیغ واشاعت کا باضابطہ اور منظم کام حضرت قطب الدین بینا دل قلندرؒ، اُن کے جانشینوں اور اُن کے خلفاء کا ہی مرہون منت ہے۔

حضرت قطب الدین بینا دل قلندرؒ کے دو صاحبزادے؛ حضرت شیخ محمد قطب قلندرؒ اور حضرت شیخ محمود قطب قلندرؒ، اپنے والد حضرت قطب الدین قلندر بینا دلؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ بڑے صاحبزادے: حضرت شیخ محمد قطب قلندر ۸۴۰ھ میں پیدا ہوئے۔ بڑے ہی ذی علم اور عظیم المرتبت بزرگ تھے۔ جید عالم دین تھے۔ جو کچھ بھی انہوں نے سیکھا اس پر تاحیات عمل پیرا رہے۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے ہم مشرب تھے۔ حضرت شیخ محمد قطب قلندرؒ اپنے والدؒ کے وصال کے بعد سجادہ نشیں منتخب کئے گئے اور متعلقہ تمام سلاسل طریقت سے بہرہ ور ہوئے۔ چنانچہ انہیں بھی سلسلۂ قلندریہ کے علاوہ تمام اہم سلاسل جیسے سلسلۂ علویہ، طیفوریہ چشتیہ، قادریہ، فردوسیہ اور سہروردیہ وغیرہ سلاسل کی اجازت و خلافت عطا ہوئی اور پھر یہ تمام سلاسل، خلفائے حضرت قطب الدین بینا دلؒ سے نسلاً بعد نسل آج تک مختلف خانقاہوں میں جاری و ساری ہیں۔ ۹۰ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپؒ کا مزار مبارک اپنے والدؒ کے مزار اقدس کے برابر میں ہے۔ حضرت شیخ محمد قطب قلندرؒ اکثر و بیشتر فرماتے تھے:

''ہماری درویشی میں دو چیزیں بے حد لازمی ہیں، ایک تہذیب اخلاق اور دوسرے اہل بیت نبوی ﷺ سے محبت۔''

اس طرح تعلیماتِ قلندریہ میں ''تہذیب الاخلاق اور حُب اہل بیت نبوی ﷺ'' کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، چنانچہ سلسلۂ قلندریہ کے تمام خلفائے کرام بھی اسی طریق پر عمل پیرا ہیں۔

ہزار خوف ہو لیکن زبان ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

حضرت شیخ محمد قطب قلندرؒ کے صاحبزادے؛ شیخ الاسلام حضرت شاہ عبد السلام قلندر عرف علّن قلندرؒ (۸۶۱ھ۔ ۹۷۶ھ)، اپنے والدؒ کے مرید و خلیفہ تھے اور اپنے دادا حضور؛ حضرت قطب الدین بینا دلؒ سے بھی روحانی فیض پایا تھا۔ صرف چودہ سال کی عمر میں علوم ظاہری اور علوم باطنی پر عبور حاصل کر لیا تھا۔ انہیں سلسلۂ سہروردیہ میں مخدوم اڈھن شاہ ظفر آبادیؒ، صاحب سجادہ حضرت مخدوم چراغ ہندؒ سے بھی خرقۂ خلافت حاصل تھا۔ اُن کی شادی حضرت داؤد سرمست قلندرؒ کی رابعۂ زمانہ صاحبزادی بی بی اتقیاء سے ہوئی جو لاولد انتقال کر گئیں۔ پھر آپؒ نے گاؤں جوگیارہ میں ایک سید زادی سے شادی کی جن سے صاحبزادے شیخ عبد القدوس قلندرؒ تشریف لائے اور اپنے والد کے خلیفہ و جانشیں ہوئے۔ جید عالم دین تھے عربی زبان میں اُن کی تصنیف ''شرح مختصر الوقایہ'' بہت مشہور کتاب ہے۔ حضرت شاہ عبد السلام قلندرؒ کے خلفاء کی تعداد بھی بے شمار تھی۔ مثلاً: حضرت شاہ عبد الرحمٰن لاہر پوریؒ، حضرت شاہ نظام الدین امیٹھویؒ، حضرت شاہ عبد الرزاق بن مخدوم خاصۂ خدا قدس سرہ اور حضرت شیخ سلطان محمود وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ یہ سبھی ذی مرتبت بزرگ گزرے ہیں۔ حضرت شاہ عبد السلام قلندرؒ نے ۱۵/ ذیقعدہ ۹۷۶ھ کو انتقال فرمایا اور جونپور کے اپنے آبائی قبرستان میں تدفین ہوئی حضرت قطب الدین بینا دل قلندرؒ کی اولاد میں حضرت شیخ فتح علی قلندر جونپوریؒ ایک صاحب مراتب بزرگ گذرے ہیں جو شیخ عبد القدوس قلندرؒ کے مرید و خلیفہ تھے اور شاہ عبد الرحمٰن لاہر پوری سے بھی روحانی فیض حاصل تھا۔ حضرت شیخ فتح علی قلندر جونپوریؒ اور داراشکوہ کے درمیان مراسلت کا ایک سلسلہ بھی قائم ہوا تھا۔ داراشکوہ کے سوالات اور حضرت شیخ فتح علی قلندرؒ کے

جوابات بصورت رسالہ محفوظ ہیں۔اسی طرح حضرت شاہ نصیر قلندرؒ،حضرت قطب الدین بینا دل قدس سرہ کے بھتیجے اور داماد تھے اور اُن کے مرید وخلیفہ بھی۔جونپور کے عظیم المرتبت مشائخ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔اپنی عبادات وریاضات کی وجہ سے شیخ الشیوخ اور قطب الاقطاب تسلیم کئے گئے ہیں۔اپنے پیر کے حکم سے پرگنہ ماھسل کے قصبہ نیگو چلے گئے اور وہیں ۲۵/جمادی الاولی ۱۵۰۹ء یا ۱۵۱۰ءکو وصال فرمایا۔مزار مبارک بھی وہیں ہے۔حضرت شاہ نصیر الحق قلندرؒ کے صاحبزادہ اور مرید وخلیفہ حضرت شاہ نورالحق قلندرؒ بھی عالی مرتبت بزرگ تھے۔بعد میں وہ جونپور کے قصبہ سُرہرپور(اب ضلع فیض آباد میں ہے)،چلے گئے اور وہیں وصال فرمایا۔ کہا جاتا ہے کہ ہمایون بادشاہ بھی حضرت شاہ نورالحق قلندرؒ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوگیا تھا۔حضرت قطب الدین بینا دلؒ کے بھانجے اور اُن کے خلیفہ حضرت شاہ نظام الدین بہاریؒ تھے جو بڑے ہی ذی مرتبت بزرگ تھے۔انہوں نے''قصیدہ کبریٰ''کی شرح ''صراط مستقیم''کے نام سے تحریر کی ہے جو اہل تصوف کے لئے نہایت ہی کارآمد اور عمدہ تحریر ہے۔ان تمام اولیائے کرام کے خرمن کمال سے سینکڑوں بندگانِ خدا روحانی فیض سے فیضیاب ہوئے۔حضرت قطب الدین بینا دل قلندر قدس سرہ کے خانوادہ کے متذکرہ بالا بزرگان دین کے علاوہ خلفاء کی ایک کثیر تعداد بھی موجود تھی جن میں حضرت سید فضل اللہ المعروف سید گوشائیںؒ،حضرت قطب منیریؒ، حضرت داؤد سرمستؒ،شاہ عمادؒ،اورؒ حضرت شاہ نظام الدین قلندرؒ وغیرہ بطور خاص قابل ذکر ہیں جن سے ہندوستان کے مختلف گوشوں میں اُن کے سلاسل کا اجراء ہوا۔حضرت سید فضل اللہ المعروف سید گوشائیں قدس سرہ سے خانقاہ مجیبیہ،پھلواری شریف،پٹنہ،بہار میں بھی، ان سلاسل کا اجراء ہوا۔حضرت قطب الدین بینا دل قدس سرہ کے ایک خلیفہ حضرت سید وجہ الدین چشتی قادریؒ تھے جو سنیاسیوں اور بیراگیوں کے ساتھ ایک مدت تک ادھر اُدھر گھومتے رہے۔جب حضرت قطب الدین بینا دلؒ سے ملاقات ہوئی تو آپؒ کے دست گرفتہ ہو گئے اور اسرار قلندریہ سے سرفراز ہوئے پھر تو راہ سلوک میں اتنی ترقی کی کہ''سمندر توحید''کا لقب پایا۔اُن کا مزار مبارک بہار شریف میں ہے۔حضرت سید وجہ الدین چشتی قادریؒ کے خلیفہ حضرت عبداللہ جونپوریؒ تھے،اُن کے نامور خلیفہ حضرت وجیہ الدین قلندرؒ تھے اور اُن کے مرید وخلیفہ حضرت حید رقلندرؒ تھے۔یہ سبھی صاحب مراتب بزرگ گذرے ہیں۔

حضرت قطب الدین بینا دل قلندرؒ کے ایک اور خلیفہ حضرت شاہ داؤد سرمست قدس سرہ سُرہرپوریؒ تھے جنہیں حضرت شاہ عبداللہ شطاریؒ سے بھی روحانی فیض حاصل تھا۔حضرت شاہ داؤد سرمستؒ کے مرید وخلیفہ حضرت شاہ نورؒ تھے۔صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے۔اِن کا مزار مبارک سُرہرپور میں زیارت گاہِ خلائق ہے۔حضرت شاہ نورؒ کے صاحبزادہ اپنے زمانہ میں فقراء کی مہمان نوازی کے لئے بہت مشہور تھے۔حضرت شاہ داؤد سرمست قدس سرہ سُرہرپوری کے ایک اور خلیفہ حضرت شاہ نور ثانیؒ بھی تھے جو کپڑا بننے کا کام کرتے تھے۔آپ کا مزار مبارک ٹانڈہ میں ہے۔حضرت شاہ نور ثانیؒ کے ایک بزرگ خلیفہ حضرت شیخ پیرکؒ تھے جو پہلے حضرت شیخ یوسف قتالؒ کے مرید تھے اور بعد میں روحانی تربیت کے لئے حضرت شاہ نور ثانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔اِن کا مزار انبالہ میں ہے۔مصدقہ بیانات کے مطابق حضرت شیخ عبداللہ مکیؒ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ؛حضرت شاہ خضر رومی قدس سرہ(۸۱۰ھ۔۸۶۳ھ)وہ پہلے قلندر تھے جو برصغیر ہندو پاک میں سلسلۂ قلندریہ کے اجراء کے لئے یہاں تشریف

لائے اور تین ماہ کے قیام کے بعد اپنے وطن روانہ ہو گئے۔ ’’گنجِ معرفت‘‘ (۸۶۳ھ) تاریخ وفات ہے۔ حضرت شیخ عبداللہ مکّی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آقائے نامدار سرکار دو جہاں نبی کریم ﷺ کا عہد مبارک پایا۔ نبی کریم ﷺ کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ مناقبِ قلندریہ میں بیان موجود ہے کہ مسجد نبوی کے قریب صُفہ نامی ایک چبوترہ تھا جہاں فقراء ومساکین صحابہ کرام کا گذر بسر ہوا کرتا تھا۔ قاضی ابونعیم نے اصحاب صُفہ کی تعداد سو (۱۰۰) سے زیادہ بتائی ہے۔ صحابیٔ رسولؐ حضرت شیخ عبداللہ مکّیؒ قلندر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہی اصحاب صُفہ میں سے ایک تھے۔ آپؓ کا مزار مبارک پاک پٹن میں موجود ہے۔ رسالۂ غوثیہ کے مطابق حضرت شیخ عبداللہ مکّیؒ قلندر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ حضرت شاہ خضر رومی قدس سرہ کے ہندوستان میں دو خلفاء تھے؛ ایک: حضرت سید نجم الدین قلندر غوث الدہر رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے خلیفہ: حضرت سید روح اللہ تھے۔ حضرت سید نجم الدین قلندر غوث الدہر رحمۃ اللہ علیہ نے عرب وعجم اور ہند وچین وخراسان کی سیاحت کی اور بے شمار لوگوں کو اپنا مرید بنایا۔ صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے، جہاں جاتے اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے۔ حضرت سید نجم الدین قلندر غوث الدہر رحمۃ اللہ علیہ حسینی سید تھے، والد کا نام حضرت سید نظام الدین غزنویؒ تھا اور والدہ محترمہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی ہمشیرہ تھیں۔ آپؒ کا وصال ۱۴۴۸ء میں ہوا۔ مزار مبارک مانڈو میں ہے۔

ہندوستان کے تین شہروں کو ’’مدینۃ الاولیاء‘‘ تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ شہر ہیں: ہندوستان کی راجدھانی؛ دہلی، صوبہ بہار کا شہر؛ بہار شریف اور اُتر پردیش کا شہر؛ جونپور۔ ان شہروں میں دوسرے شہروں کے مقابلہ کثیر تعداد میں اولیاء اللہ آسودہ ہیں۔ سلطان فیروز شاہ نے شہر جون پور کو تعمیر کرایا تھا، بعد میں السلطان المجاہد ابوالفتح محمد شاہ جونا خان جب سلطان بنا تو اُس نے اپنے ہی نام پر اس شہر کا نام ’’جونپور‘‘ رکھ دیا۔ سلطان تغلق کے بعد شاہان شرقی نے یہاں حکومت قائم کی۔ ۱۳۹۴ء اور ۱۴۷۹ء کے درمیان شمالی ہند میں ’’جونپور‘‘ ایک آزاد اسلامی ریاست کی حیثیت سے شناخت رکھتی تھی۔ مشہور مورخ ڈاکٹر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں:

’’شرقی سلطان بہت ہی عادل اور علم دوست تھے تیمور کے حملہ کے وقت دہلی سے آئے ہوئے اہل علم وصاحب فن حضرات کا ان لوگوں نے بڑی خوشی سے خیر مقدم کیا اور اُن کی بڑی عزت وحرمت کی جس کی وجہ سے جونپور اس وقت علم وفن کا مرکز اور گہوارہ بن گیا اور اہل علم نے اسے ’’شیراز ہند‘‘ کا خطاب دیا‘‘ — (بھارت کا اتہاس، صفحہ: ۲۵۳)

چنانچہ جب جونپور ’’شیراز ہند‘‘ بن گیا تو اُس کی شہرت نہ صرف ہندوستان کے گوشوں گوشوں تک پھیلی بلکہ ایران وافغانستان اور مصر وعرب تک بھی جا پہنچی، چنانچہ صوبہ بہار کی مشہور ومعروف خانقاہ: خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف، پٹنہ، سمیت ہندوستان کے مختلف گوشوں میں بسے مختلف خانقاہوں اور صوفی خانوادوں میں بھی یہ دولت عظمیٰ پہنچی۔

حضرت قطب الدین بینا دل قدس سرہ سے جب یہ سلاسل، حضرت سید شاہ محمد فاضل قلندر قادری سادھوری قدس سرہ تک پہنچے تو وہ خواجہ عماد الدین قلندر پھلواروی قدس سرہ تک بھی براہ راست پہنچ گئے کیونکہ خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہ کو حضرت سید شاہ محمد فاضل قلندر قادری سادھوریؒ سے بیعت تھی اور پھر بانی خانقاہِ عالم پناہ؛ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف، تاج العارفین پیر مجیب اللہ قادریؒ کو حضرت محبوب رب العالمین خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہ سے بیعت تھی۔ خواجہ عماد الدین قلندرؒ، تاج العارفین پیر مجیب اللہ

قادریؒ کے پیر و مرشد کے ساتھ ساتھ حقیقی پھوپھی زاد بھائی بھی تھے اور انہوں نے ہی تاج العارفین کی غیر معمولی شفقت و محبت کے ساتھ پرورش کی تھی۔ زبدۃ الفقراء انیس الغرباء حضرت متان شاہ محمد فاضل قلندر ساڈھوروی قدس سرہ، حضرت سیدنا قمیص قادری قدس سرہ کے پوتے ہیں اور حضرت سید ابو المکارمؒ کے صاحبزادہ ہیں۔ آپؒ کا مولد و وطن شاہ ڈھورہ (ساڈھورہ) ضلع انبالہ، ہریانہ میں واقع ہے۔ حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہ کے والد کا اسم گرامی شاہ برہان الدین لعل میاںؒ ہے۔ حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہ کی پیدائش ۱۰۶۵ھ/ ۱۶۵۲ء میں ہوئی۔ علوم ظاہری کی تحصیل کے لئے نو عمری میں ہی ہجرت کی پھر علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد علوم باطنی کے لئے اپنے پیر و مرشد حضرت سید شاہ محمد فاضل قلندر قادری ساڈھوروی قدس سرہ کی جانب متوجہ ہوئے۔ آپؒ ریاضات شاقہ کے قائل تھے اور چلہ کش بزرگ تھے۔ تھوڑے ہی دنوں میں سلسلہ قلندریہ مجائیہ کی تکمیل کر لی۔ آپؒ نے اُنسٹھ (۵۹) سال کی عمر پائی اور ۲۰؍ جمادی الاولی ۱۱۲۴ھ میں وفات ہوئی۔ مزار مبارک، اپنے والد بزرگوار حضرت برہان الدین لعل میاںؒ کے پائینتی میں مرجع خلائق ہے۔

تاج العارفین پیر مجیب اللہ قادری پھلوارویؒ کو حضرت خواجہ عماد الدین قلندر پھلوارویؒ سے بیعت تھی اور اُن کو حضرت سید شاہ محمد فاضل قلندر قادری ساڈھوروی قدس سرہ سے اور اُن کو سلطان الزاہدین الشیخ حضرت شاہ عبد الرسول راجگیری قدس سرہ سے اور انہیں بیعت، سید العرفا، قدوۃ العارفین حضرت مجتبیٰ عرف مجا قلندر لاہر پوری قدس سرہ سے تھی اور اُن کو سید السالکین حضرت عبد القدوس جونپوری قدس سرہ سے اور اُن کو شیخ الاسلام حضرت عبد السلام عرف علّن جونپوری قدس سرہ سے اور اُن کو اکمل الکاملین حضرت شاہ محمد قطب جونپوری قدس سرہ سے اور اُن کو قطب العالمین حضرت شاہ قطب الدین بینا دل سر انداز غوثی جونپوری قدس سرہ سے بیعت تھی۔

عصر حاضر میں جید عالم دین اور مختلف کتب تصوف کے مصنف حضرت مولانا شاہ ہلال احمد قادریؒ اپنی مشہور تصنیف ''سیرت پیر مجیب قدس سرہ'' میں تاج العارفین حضرت پیر محمد مجیب اللہ قادریؒ کے بیعت ہونے اور پھر اجازت و خلافت حاصل کرنے کے سلسلہ میں اس طرح رقم طراز ہیں:

''پھلواری پہنچ کر ۸؍ رمضان المبارک بروز جمعرات ۱۱۲۲ھ میں حضرت عماد الدین قلندر قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت کر کے سلسلہ قادریہ میں داخل ہوئے، یہ تاریخ حضرت خواجہ کے پیر و مرشد حضرت سیدنا سید شاہ محمد فاضل ساڈھوروی قدس سرہ کے عرس و فاتحہ کی تھی''۔۔۔(صفحہ ۸۵)

چنانچہ شاہ ہلال احمد قادری اپنی اسی کتاب ''سیرت پیر مجیب قدس سرہ'' میں فرماتے ہیں: کہ

''حضرت تاج العارفین کو بیعت سلسلۂ قادریہ میں تھی۔ یہ حضرت قطب الدین بینا دل جونپوریؒ کا سلسلہ ہے''۔۔۔(صفحہ ۹۷)

حضرت شاہ ہلال احمد قادری پھلوارویؒ کے متذکرہ بیان سے خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ بہار میں حضرت قطب الدین بینا دلؒ، اُن کے بزرگ افراد خانہ اور اُن کے بزرگ خلفائے کرام کی قدر و منزلت، اور اُن سے وابستہ مختلف سلاسل کی فضیلت اور اُس کی اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس طرح جمیع السلاسل بزرگ قطب العالمین حضرت قطب الدین بینا دل سر انداز غوثی جونپوری

قدس سرہ سے خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف میں سلسلۂ قادریہ کے علاوہ معروف سلاسل جیسے سلسلۂ چشتیہ، سلسلۂ سہروردیہ، سلسلۂ فردوسیہ، سلسلۂ قلندریہ اور سلسلۂ مداریہ دو واسطوں سے پہنچا ہے۔ پہلا: حضرت قطب الدین بینا دل جونپوری قدس سرہ کے صاجزادہ اور جانشیں حضرت سید شاہ محمد قطب قلندرؒ کے واسطے سے اور دوسرا: حضرت قطب الدین بینا دل جونپوریؒ کے چہیتے خلیفہ حضرت سید شاہ فضل اللہ المعروف سیدگو شائیںؒ کے واسطے سے۔ حضرت سید شاہ فضل اللہ المعروف سیدگو شائیں کے مرید وخلیفہ حضرت ابراہیم چشتی کرجویؒ تھے جو اُن کے نواسے بھی تھے۔ حضرت ابراہیم چشتیؒ کے صاجزادے اور اُن کے مرید وخلیفہ حضرت معزالدین چشتی کُرجویؒ تھے جنہوں نے تمام سلاسل کی اجازت تاج العارفین حضرت پیر مجیب اللہ قادریؒ کو عطا کی تھی۔ حضرت معزالدینؒ رشتے میں تاج العارفین کے دادا تھے۔ حضرت مخدوم سید شہاب الدین پیر جگجوت (جیٹھلی، کچی درگاہ، پٹنہ) کے نواسہ: حضرت مخدوم تیم اللہ سفید بازؒ کی صاجزادی کی شادی، حضرت مخدوم احمد چرمپوشؒ کے صاجزادے سے ہوئی تھی۔ اُن ہی کی اولاد میں حضرت معزالدین کُرجویؒ دنیا میں تشریف لائے۔ آپ کا خاندان محلہ چشتیانہ، بہار شریف میں آباد تھا مگر آپ کے جدِ اعلیٰ بہار سے منتقل ہو کر کُرجی، پٹنہ میں آ کر آباد ہو گئے۔ راقم الحروف کا خاندان بھی اسی عقب میں اس طرح آتا ہے کہ صاحب اعیان وطن: مولانا حکیم سید شاہ شعیب رضوی نیرؔ پھلواروی (راقم الحروف کے دادا حضورؒ) کا سلسلۂ نسب تیرہ واسطوں میں حضرت مخدوم تیم اللہ سفید باز قدس سرہ سے جا ملتا ہے۔ حضرت معزالدین کُرجویؒ کی وفات ۱۱۲۷ھ میں ہوئی۔ حضرت معزالدین کُرجویؒ، وہی عالی مرتبت، صاحب کشف وکرامات صوفی بزرگ تھے جنہوں نے بانیٔ خانقاہ مجیبیہ حضرت تاج العارفین پیر مجیب اللہ قادریؒ کو مختلف سلاسل کے ساتھ ساتھ مخصوص ملبوسات ''الباس خرقہ'' وغیرہ بھی عطا کیا تھا جسے تاج العارفین زیب تن کرتے رہے اور بفضلِ الٰہی، تمام سجادگان مجیبی بھی اپنے اپنے عہد مبارک میں بخوبی استعمال کرتے رہے۔ الحمدللہ! یہ الباس خرقہ مثلاً: قادریہ کرتہ، گیتھلی (ایک خاص قسم کی جوتی)، تاج قلندری اور دستارِ نظامی وغیرہ، اس وقت زیب سجادہ جناب مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری جعفری زینبی مدظلہ العالی، بھی اپنے سلف صالحین کی طرح زیب تن فرماتے ہیں جو زیب سجادہ پر بہت زیب دیتا ہے۔ پہلے اہل پھلواری کے ازدواجی تعلقات بھی مچھلی شہر اور جونپور کے شرفاء اور صوفی خانوادے میں قائم تھے مگر بعد میں بُعدِ مسافت کی وجہ سے قائم نہ رہ سکے۔ صاحب اعیان وطن حضرت مولانا حکیم شعیب رضوی نیرؔ پھلواروی قدس سرہ فرماتے ہیں:

''پھلواری کے خاندان جعفریہ زینبیہ کے تعلقات مچھلی شہر، الٰہ باد، جونپور سے بھی ہیں۔ مگر بُعدِ مسافت کی وجہ سے سلسلۂ ازدواج قائم نہ رہ سکا، اس لئے ان کی اولاد کا نام ہمارے یہاں کے شجرہ میں نہیں ہے''۔۔۔(آثارات پھلواری شریف موسوم بہ اعیان وطن، صفحہ: ۲۴)

مولانا حکیم شعیب رضوی نیرؔ پھلواروی ؒ نے اپنی اسی شہرہ آفاق کتاب ''آثارات پھلواری شریف موسوم بہ اعیان وطن'' میں حضرت قطب الدین بینا دل جونپوری قدس سرہ سے وابستہ اُن تمام معروف اور غیر معروف سلاسل مقدسہ کی تفصیل بیان کر دی ہے جو خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف، پٹنہ میں مختلف واسطوں سے پہنچے ہیں۔ چند مثالیں دیکھیے:

(۱) ''چشتیہ عمادیہ: یہ تاج العارفین کو اپنے شیخ حضرت عماد الدین قلندر سے، ان کو حضرت محمد فاضل قلندر بن سید صالح

بن سید ابولمکارم بن سید قمیص قادری سادھوروی سے،ان کو شیخ عبدالرسول کچھوندوی راجگیری سے ،ان کو شاہ مجتبیٰ عرف شاہ مجا قلندر لاہر پوری سے،ان کو شیخ عبدالقدوس جونپوری سے،ان کو اپنے والد شیخ عبدالسلام عرف علن جونپوری سے، ان کو اپنے والد شیخ محمد قطب جونپوری سے،ان کو اپنے والد شیخ قطب الدین بینا دل سے“۔۔۔(آثارات پھلواری شریف موسوم بہ اعیان وطن،صفحہ:۱۳۹)

(۲) ”چشتیہ معزیہ: تاج العارفین کو ان کے شیخ حضرت شاہ معزالدین کرجوی سے،ان کو حضرت ابراہیم چشتی سے،ان کو نصیر الدین قطبی سے،ان کو فضل اللہ المعروف سید گو شائیں سے،ان کو قطب الدین بینا دل سے“۔۔۔(آثارات پھلواری شریف موسوم بہ اعیان وطن،صفحہ:۱۴۰)

(۳) ”سہروردیہ عمادیہ: تاج العارفین کو حضرت محبوب رب العالمین خواجہ عماد الدین قلندر سے،ان کو حضرت محمد فاضل قلندر سے،ان کو حضرت عبدالرسول کچھوندوی راجگیری سے ، ان کو حضرت شاہ مجتبیٰ عرف مجا قلندر سے،ان کو حضرت عبدالقدوس جونپوری سے،ان کو حضرت عبدالسلام عرف علن سے، ان کو حضرت محمد قطب سے، ان کو اپنے والد شیخ قطب الدین بینا دل سے“ ۔۔۔(آثارات پھلواری شریف موسوم بہ اعیان وطن،صفحہ:۱۴۱)

چنانچہ مصنف ”سیرت پیر مجیب قدس سرہ“ حضرت شاہ ہلال احمد قادریؒ نے بھی رئیس المؤرخین والمحققین مولانا حکیم سید شاہ شعیب رضوی نیر پھلورویؒ کی اسی کتاب ”اعیان وطن“ کو مستند تسلیم کرتے ہوئے استفادہ کیا، وہ اس طرح فرماتے ہیں:

”سلاسل طریقت کی تفصیل اعیان وطن مسمیٰ بآثارات پھلواری ،مؤلفہ مولانا حکیم شعیب رضوی پھلواروی علیہ الرحمۃ سے نقل کی گئی ہیں“۔۔۔(سیرت پیر مجیب قدس سرہ،صفحہ:۹۷)

الغرض حضرت شاہ قطب الدین بینا دل جونپوری قدس سرہ کے متذکرہ بالا سلاسل، خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ میں آج بھی نہایت ہی منظم طور پر مرتب ہیں اور توفیق یافتہ بندگانِ خدا اور متعلقین ومتوسلین اِن سلاسل مقدسہ میں لائق و فائق، جامع السلاسل صوفی بزرگ: زیب سجادۂ مجیبی آیۃ من آیات اللہ مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی سے بیعت ہو کر شریعت وطریقت کے ظاہری اور باطنی علوم سے مستفیض ہو رہے ہیں۔

مراجع ومصادر :

(۱) آثارات پھلواری شریف موسوم بہ اعیان وطن: مولانا حکیم سید شاہ شعیب رضوی نیر پھلورویؒ

(۲) تعلیماتِ قلندریہ: مولانا شاہ محمد تقی حیدر قلندری علوی

(۳) تذکرۃ الانساب: مصنف: محمد افروز قادری چڑیا کوٹی

(۴) تذکرہ مشائخ شیراز ہند(جونپور): میاں محمد سعید

(۵) سیرت پیر مجیب قدس سرہ: شاہ ہلال احمد قادری

(۶) سلسلۂ قلندریہ: مولانا عبیداللہ کوٹی ندوی

(۷) تاریخ شیرازِ ہند جونپور: سید اقبال احمد جونپوری

❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊

مولانا حکیم سید عبدالقدیر صاحب مسیانوی ثم استھانویؒ

● مولانا محمد حشمت علی ــــ پرنسپل مدرسہ محمدیہ استھاواں، نالندہ

مولانا حکیم سید عبدالقدیر صاحب بہار کے اچھے علماء اور اطباء میں تھے، جنہوں نے کلکتہ میں ایک حکیم اور طبیب شہر کی حیثیت سے شہرت حاصل کی اور پوری زندگی خدمت کرتے رہے۔

مولانا موصوف کا آبائی وطن ضلع پٹنہ میں دنیانواں کے قریب ایک بستی قاضی بیگھہ میں تھا، وہیں موصوف ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئے، والد کا نام وزیرالدین تھا، ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی، پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے الہ آباد کے مدرسہ سبحانیہ تشریف لے گئے جو اس زمانہ میں بہت مشہور تھا، وہاں عالمیت کی تکمیل کی، درمیان تعلیم فن تجوید کے شعبہ میں بھی داخلہ لیا، اور قرات حفص مکمل کی، مولانا خوش گلو تھے، اور آواز میں بلندی بھی تھی، اور اچھے قاری بھی بنے اس لئے قرأت موثر ہوتی تھی، مدرسہ کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد دو تین سال طبیہ کالج لکھنؤ میں رہ کر علم طب حاصل کیا۔

موصوف کی شادی مسیاں ضلع نالندہ میں ہوئی، اور انہوں نے شادی کے بعد وہیں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ ان کی اہلیہ کے نانا حکیم سید سعادت حسین صاحب مسیانوی شہر کلکتہ میں طبیب تھے، موصوف نے ان کے انتقال کے بعد ان کی مسند طبابت سنبھالی، اور تقریباً، چالیس، پینتالیس سال اس مطب کے ذریعہ مخلوق خدا کی خدمت کرتے رہے، اور اسی کے ساتھ اپنے عالمانہ فرائض بھی نبھاتے رہے، اپنے مطب کے قریب محلہ خضر پور کی مشہور سولہ آنہ مسجد کی توسیع مولانا ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے، اور اس مسجد میں امامت وخطابت کی خدمت بھی انجام دیتے رہے۔ مولانا موصوف ایک باوقار عالم اور بہترین طبیب ونباض تھے۔ موصوف نے تقسیم ہند اور مسیاں کے ویران ہوجانے کے بعد استھاواں میں سکونت اختیار کرلی تھی، جہاں ان کی صاجزادی میرے ماموں مولانا حافظ سید ممتاز احمد صاحب (لائبریرین ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری کلکتہ) سے منسوب تھیں، مولانا موصوف کے گھر والے ایک زمانہ تک استھانواں ہی میں رہے، جب وہ کلکتہ سے استھانواں آتے تو یہاں کے علما بھی ان کی خوش گلوئی کو دیکھ کر ان کو امامت کے لئے بڑھاتے، اور وہ اکثر یہاں کے قیام کے دوران عشاء اور فجر کی امامت کرتے، آواز اتنی بلند تھی کہ آس پاس کے گھروں میں آواز جاتی، ان کو قرآن پاک سے ویسے بھی خاص شغف تھا، اور قرأت میں ایک حلاوت اور تاثیر محسوس ہوتی، سیدٹولہ کی مسجد میں رمضان المبارک میں قیام کے دوران امامت وہی کرتے، سورہ مرسلات کا آخری رکوع اکثر وبیشتر پڑھتے۔

انہوں نے نہ اپنا کوئی مکان بنایا نہ خریدا، ان کے گھر والے ہمیشہ کرایہ کے مکان میں رہے، طبیعت میں زہد تھا۔ مولانا کو

مطالعہ کا ذوق بہت تھا، حضرت امام غزالی کی مشہور کتاب احیاء العلوم ہمیشہ مطالعہ میں رکھتے، بعض نوجوان اور بوڑھوں کو قرآن پاک پڑھایا کرتے، اپنے گاؤں مسیاں کے کئی ہندوؤں کو اردو بھی سکھائی، علم عروض پر بھی نظر تھی، کئی نوجوانوں نے کلکتہ میں ان سے یہ فن حاصل کیا اور اچھے شاعر بنے۔ علم میراث میں اچھی دسترس تھی، حصص نکالنا اور مناسخہ کا طریقہ اچھی طرح جانتے تھے، کئی دوسرے علماء نے ان سے اس فن میں رہنمائی حاصل کی۔

مولانا جب استھانواں تشریف لاتے تو مولانا سید محمد ندوی اور مولانا سخاوت علی خاں جو ان کے ہم مدرسہ تھے اور مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں تعلیم حاصل کی تھی، ان سے ملاقات کے لئے آتے، بعد نماز چائے کا دور چلتا اور خوب خوش گپی ہوتی، پرانی یادیں تازہ ہوتیں۔ وہ کھانے کے بڑے شوقین تھے، اکثر مرغن غذائیں کھاتے، عمدہ کھانے کو ترجیح دیتے، صبح کا ناشتہ فجر کی نماز سے پہلے ہی کر لیتے، مہمان نواز بھی تھے، اس لیے دوستوں کی دعوت بھی کرتے رہتے تھے، مولانا فصیح احمد صاحب یا مولانا رضا کریم صاحب جب رمضان المبارک میں چندہ کے لئے کلکتہ جاتے تو ایک دو وقت ان کی ضرور دعوت کرتے۔

سولہ آنہ قبرستان کی مسجد بہت چھوٹی تھی، نمازیوں کے لیے جگہ تنگ ہونے لگی تو شہید کر کے از سر نو تعمیر کا پروگرام بنایا، محلہ والوں کی تعمیر مسجد کی کمیٹی بنائی، جس میں خود بھی سکریٹری کی حیثیت سے رہے، گھر گھر جا کر چندہ کیا، آمد وخرچ کا حساب کتاب انہیں کے ذمہ تھا، بڑی جانفشانی اور لگن سے مسجد کی تعمیر میں منہمک رہے، اپنے انتقال سے ایک ہفتہ قبل مسجد کا سارا حساب کتاب عوام کو سنا دیا، نومبر ۱۹۷۷ء میں ان کا انتقال ہوا اور سولہ آنہ مسجد کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ پس ماندگان میں دو بیٹے، دو بیٹیاں اور اہلیہ کو چھوڑا لیکن ان کے خویش حافظ سید ممتاز احمد کے قلم سے ان کی بیاض میں حسب ذیل تحریر درج ہے:

”وفات حکیم مولانا عبدالقدیر مسیانوی (خسر ممتاز احمد) بتاریخ ۲ر فروری ۱۹۷۸ء بروز جمعرات بوقت ۴ر بجے دن بعارضہ ہارٹ فیل وتنفس“۔

ان کو سحر خیزی کی عادت جوانی سے تھی، تین بجے رات میں نیند سے بیدار ہو جاتے، وضو کر کے تہجد پڑھتے اور اس کے بعد صبح صادق تک قرآن پاک کی تلاوت کرتے، یہ معمول ہمیشہ رہا، رات کو بھی عشاء کے بعد تلاوت کرتے، مجھے ہفتہ، عشرہ ان کے ساتھ گھر پر گذارنے کا موقع ملا ہے، ان سے تجوید کے کچھ قواعد بھی سیکھے۔ مولانا جوانی کے دور میں بڑے غصہ ور تھے، گھر میں داخل ہوتے تو تمام بیٹوں اور بیٹیوں پر سکوت طاری ہو جاتا کسی کو آپ سے بات کرنے کی ہمت نہیں ہوتی، مگر پڑھانے میں بہت نرم اور منکسر المزاج تھے۔

وہ خانقاہ عمادیہ پٹنہ سیٹی میں صاحب سجادہ سے بیعت تھے، سال میں ایک دو بار وہاں تشریف لے جاتے اور سلوک کی تعلیم لیتے، لیکن بدعات سے دور تھے، اچھے ڈیل ڈول اور اونچے قد وقامت کے تھے۔ ان کی بڑی لڑکی کی شادی میرے بڑے ماموں مولانا حافظ ممتاز فاضل مدرسہ عزیزیہ سے ہوئی جس کا ذکر گذر چکا ہے، جن سے دو لڑکے شبیر اور ریاض اور دو لڑکیاں شاکرہ اور شاہدہ ہیں، منجھلی بیٹی کی شادی موضع دیوکلی میں عزیز احمد صاحب سے ہوئی جن سے ایک لڑکا اسلم آرزو ہے۔ بیٹوں میں سے کوئی اس قابل نہ ہوا کہ ان کا مطب چلا سکے اور ان کی جگہ لے سکے نتیجہ مطب ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا، اب ایسے حاذق حکیم کہاں ملتے ہیں؟۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

۲ گذشتہ سے پیوستہ

صوبہ بہار کی ایک علمی بستی

چندوارہ

• مولانا طلحہ نعمت ندوی — استھاواں، بہارشریف

یہ میرا اصلی وطن ہے، موضع دیسنہ سے تین میل ہے، اور بہارشریف سے جانب شمال مشرق چار کوس ہے۔ ۱۹۴۶ء میں نسیا منسیا ہو گیا۔

(۱) حضرت مولانا حکیم امداد علی صاحب بن خیرات علی، آپ جید عالم، قامع بدعت تھے، آپ خط فارسی نظم میں لکھتے تھے، آپ کے کئی دیوان فارسی میں تھے، جو رائٹ ۱۹۴۶ء میں جل گئے۔ آپ مولانا مناظر احسن گیلانی کے ابتدائی استاد تھے، اور مولانا گیلانی کے دادا مولانا احسن صاحب (شاگرد مولانا ہدایت اللہ صاحب جونپوری شاگرد مولانا فضل حق خیر آبادی) کے مدرسہ میں مدرس تھے، آپ کی قبر موضع چندوارہ میں ہے۔ اپنی بستی میں بدعات کو بالکل ختم کر دیا تھا، ان کی بزرگی مشہور رہے۔ یہ میرے دادا تھے۔

(۲) حضرت والد مولانا حکیم امیر الدین صاحب بن مولانا حکیم امداد علی۔ آپ چندوارہ میں پیدا ہوئے، آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی، اس کے بعد کانپور مدرسہ جامع العلوم میں پڑھا، پھر مولانا ماجد علی جونپوری سے مینڈھو، علی گڑھ میں معقولات پڑھا، اس کے بعد ۱۳۲۳ھ میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، حضرت مولانا شیخ الہندؒ سے حدیث پڑھی وسند فراغت حاصل کی، اور حکمت وطب حضرت حکیم عبدالعزیز صاحبؒ متوفی: ۱۳۲۹ھ بانی تکمیل (تکمیل الطب کالج لکھنؤ) سے حاصل کی۔ دونوں سندیں ۴۶ء میں جلا دی گئیں۔ اس کے علاوہ بخاری شریف، مسلم شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف پر الگ الگ ضخیم مسودات تھے، سب جلا دئے گئے۔ آپ مولانگر اسٹیٹ ضلع مونگیر کے مدرسہ میں مدرس رہے، اس وقت اس کے متولی حضرت شاہ کاظم صاحب مرحوم تھے، چندوارہ میں آپ کی قبر ہے۔

(۳) حضرت مولانا عاشق صاحب بن مولوی رعایت علی صاحب مرحوم۔ آپ نے مدرسہ اشاعت العلوم بریلی میں حضرت مولانا یسین صاحب سے حدیث پڑھی، اور سند فراغت حاصل کی، اور مہیا گنج بنگال کے مدرسہ میں مدرس تھے، ۱۹۴۶ء میں اپنے

گاؤں چندوارہ میں شہید ہوئے۔

(۴) حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب بن سخاوت حسین مرحوم۔آپ نے مدرسہ امینیہ دہلی میں مفتی اعظم حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب سے پوری تعلیم حاصل کی ،اور مدرسہ غوثیہ موضع بین ضلع نالندہ میں مدرس تھے۔محلہ بارہ دری بہارشریف میں انتقال فرمایا۔آپ علم الفرائض ونحو میں ماہر تھے۔

(۵) مولانا منظور احمد صاحب بن مولوی دوست محمد صاحب۔چندوارہ ضلع نالندہ میں پیدا ہوئے۔آپ نے مدرسہ امینیہ دہلی میں حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحب سے تعلیم حاصل کی ،اور وہیں سے فارغ التحصیل ہوئے،اور مدرسہ مصباح العلوم بریلی میں مدرس رہے،کئی کتابوں کے مصنف تھے،رائٹ ۱۹۴۶ء میں شہید ہوئے۔

(۶) حضرت مولانا عبدالغفار صاحب بن منشی محمد ابراہیم صاحب۔موضع چندوارہ میں پیدا ہوئے۔آپ نے کانپور میں پڑھا اور دارالعلوم میرٹھ سے فراغت حاصل کی،حیدرآباد میں مدرس تھے،اور ۱۹۹۲ء میں انتقال فرمایا۔

(۷) حضرت مولانا ابوالحسن بن مولوی دوست محمد صاحب،مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں فارغ التحصیل ہوئے،جید عالم و متقی تھے، اور شکوہ آباد میں مدرس تھے،۱۹۴۴ء میں انتقال فرمایا۔

(۸) حضرت مولانا محمد جعفر صاحب بن مولوی امام علی صاحب،چندوارہ کے باشندہ تھے۔حضرت مولانا احمد حسن کانپوری کے شاگرد تھے،زندگی بھر مدرسہ احسن المدارس کانپور کے مہتمم رہے،بزرگ صفت اور تارک الدنیا تھے،اور وہیں ۱۹۳۸ء میں انتقال فرمایا۔

آپ کی تعمیل حکم پر بہت عجلت میں مذکورہ بالا علماء کے اسمائے گرامی ارسال کررہا ہوں ، چوں کہ میری طبیعت ناساز ہے،محض آپ کی ذرہ نوازی کی بنا پر اس کام کو انجام دیا ہے،اس میں جو بے ربطگی ہوگئی ہو اس کی اصلاح فرماویں گے اور میرے لئے دعائے خیر فرمائیں گے۔

میں تین سال سے ریٹائر ہوں اس لئے میرا پتہ یہ ہے ”محلہ خانقاہ بیل تل ،بہارشریف“۔

طالب دعا و تشنۂ کرم
محمد ظفیر الدین
۳۱/۱۰/۹۳ء

اب مولانا ظفیر الدین صاحب کے حالات لکھے جاتے ہیں:

مولانا کے صاحب زادے مولانا کفیل احمد صاحب ندوی (پ: ۱۹۶۵ء) نے ایک سوال نامہ تیار کرکے اپنے والد کی خدمت میں پیش کیا تھا جس میں ان کے تعلیمی حالات اور بہت سے سوالات کئے تھے،مولانا نے دیگر سوالات کے جوابات تو نہیں دئے لیکن اپنے ابتدائی حالات اور تعلیم کی تفصیلات درج کردی تھیں،ان کی جوابی تحریر یہاں مکمل نقل کی جارہی ہے۔

میری پیدائش ۲۵ اور ۲۷ء کے درمیان موضع چندوارہ تھانہ بہارشریف ضلع پٹنہ میں ہوئی،اب ضلع نالندہ (تحصیل بلاک رہوئی) میں ہے۔یہ بستی شیوخ صدیقی سے آباد تھی ،اور اس میں دوسری قومیں بھی تھیں،مسلمانوں کے علاوہ کرمی زیادہ تھے اور اس

کے مقابلہ میں گوالے کم، اور چند گھر انصاری اور کمہار، بڑھئی، پاسبان بھی تھے۔اس کی خصوصیت یہ تھی کہ ہر گھر میں ایک، دو، تین مستند عالم وفاضل تھے، میرے خاندان میں دس مستند عالم وفاضل تھے، ان میں دیوبند، مدرسہ سبحانیہ الہ آباد، مدرسہ امینیہ دہلی اور مدرسہ اشاعت العلوم بریلی (کے فضلاء) تھے۔

چندوارہ وہ وطن پیارا
عہد طفلی کا اپنے گہوارہ
منبع علم، مخزن حکمت
مرکز جاہ وعظمت وشوکت

میری نشوونما گھر ہی میں ہوئی، کچھ زمینداری کے علاوہ کاشتکاری کا سلسلہ مزید برآں۔ والد محترم مرحوم مولانگر اسٹیٹ ضلع مونگیر (حال ضلع لکھی سرائے) کے مدرسہ میں صدر مدرس تھے، وہاں ان کی بڑی قدر ومنزلت تھی، اس کی وجہ یہ تھی کہ مولانگر اسٹیٹ کے متولی جناب شاہ کاظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے جو والد مرحوم کے نانا حضرت شاہ غیاث الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ چشتی پوری کے مرید تھے، ان کے اطراف واکناف میں ہزاروں مرید تھے۔ ان وجوہ کی بنا پر گھر میں خوش حالی تھی۔ والدہ مرحومہ خوش نظم (ہونے) کے ساتھ دست کشاد، رحم دل، فیاض تھیں، غریب وغربا، مساکین کی پوری مدد فرماتی تھیں۔

میری ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں حضرت ملا نبی جان صاحب مرحوم سے ہوئی، قرآن شریف ان سے پڑھا۔ میری فارسی کی تعلیم گاؤں کے دوسرے مکتب میں مولوی دوست محمد مرحوم سے ہوئی، ان سے آمد نامہ تا یوسف زلیخا ورقعات عالمگیری و گلستاں بوستاں وغیرہ پڑھا، وہ میرے دادا مولانا امداد علی کے فارسی کے مخصوص شاگرد تھے، ان کے علاوہ مولوی محمد جان صاحب مرحوم بنولیہ جو مدرسہ اسلامیہ بہار شریف میں فارسی کے مدرس تھے ان سے بھی فارسی پڑھی، اس وقت مدرسہ اسلامیہ کے صدر مدرس مولانا کاظم صاحب ؒ تھے۔ ان کے علاوہ مولانا مظاہر حسن شیر گھاٹی اور مولانا ظہیر حسن صاحب کہٹہ نالندہ بھی عربی کے مدرس تھے۔ میزان و منشعب گھر پر پڑھا، اس کی صورت یہ تھی کہ زبانی یاد کر کے مولانا عبدالغفار صاحب مرحوم کو سنا دیتا تھا، کاد وغیرہ کی تعلیل ان سے سیکھی۔ دانا پور میں والد مرحوم کو عبدالکریم صاحب محلہ معین پورہ شگونہ زمیندار کے بچوں کو علوم وفنون عربی (کی تعلیم) کے لئے بلایا گیا تھا، میں ان کے ہمراہ تھا، وہاں مولانا منظور احمد صاحب مرحوم جو میرے ماموں ہوتے تھے وہ موضع مغل پورہ بختیار پور ضلع پٹنہ کے باشندہ تھے، وہ فاضل شمسی تھے اور بلدیوا ہائی اسکول میں ہیڈ مولوی تھے، ان سے کچھ پڑھا، اس کے علاوہ شاہ ٹولی دانا پور کے مدرسہ میں کچھ تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد بانس بریلی کے مدرسہ مصباح العلوم میں داخل ہوا، وہاں شرح جامی عبدالحفیظ صاحب مرحوم بلیاوی صاحب مصباح اللغات اور شرح تہذیب مولانا کریم بخش صاحب مرحوم سنبھلی شاگرد مولانا شیخ الہند وکنز الدقائق مولانا عبدالحمید صاحب فاضل مظاہر العلوم سے پڑھی، اس کے بعد مولانا منتخب الحق صاحب مدرس مدرسہ اشاعت العلوم بریلی کے طلباء کے ساتھ محمد آباد ٹونک کے مدرستہ العلوم خلیلیہ میں ۱۳۵۵ھ میں داخل ہوا، وہاں میں قطبی تا الہیات شفا پڑھا، اس کی تفصیل آگے ہے۔

اس کے علاوہ وہاں کے بعض مشہور علماء سے بھی پڑھا؛ مثلاً جناب استاد محترم قاضی شریعت مولانا قاضی عرفان صاحبؒ سے شرح وقایہ، ہدایہ، سراجی پڑھا۔ مولانا محمد علی صاحبؒ سے ہدیہ سعیدیہ وغیرہ۔ یہ دونوں حضرت جامع البرکات (مولانا برکات احمد ٹونکی) کے شاگرد تھے۔ لغات عرب کے مشہور عالم مولانا محمد سورتی پرانی ٹونک سے حماسہ، سبعہ معلقہ وغیرہ پڑھا، یہ مصر، علی گڑھ، جامعہ ملیہ میں عربی کے استاد رہ چکے تھے۔

مدرسۃ العلوم خلیلیہ ٹونک کے اساتذہ جن سے میں نے تعلیم حاصل کی اور استفادہ کیا۔

(۱) مولانا منتخب الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ (شاگرد رشید مولانا معین الدین اجمیری سے اجمیر میں، ومولانا جمیل احمد صاحب سے جامع العلوم مظفر پور میں، مولانا ریاض احمد صاحب سے گودنہ (چھپرہ) میں، مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی سے دربھنگہ میں) مدرسۃ العلوم خلیلیہ کے صدر المدرسین تھے، ان سے قطبی مع میر، سلم العلوم، حمد اللہ، ملاحسن، قاضی مبارک، میر زاہد مع حواشی، امور عامہ، شرح مواقف، اشارات شیخ الرئیس، شرح اشارات طوسی، افق المبین میر باقر، شرح تجرید قوشجی، جدیدہ وقدیمہ دوانی، شرح مطالع، الٰہیات شفا شیخ الرئیس، توضیح تلویح، مسلم الثبوت وشرح مسلم خیر آبادی، شرح عقاید خیالی، شرح عقاید جلالی دوانی، جواہر الغالیہ، صدرا، شمس بازغہ، شرح مرقات خیر آبادی، مطول، تفسیر بیضاوی، بخاری شریف، مسلم شریف، ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، موطا امام مالک ومحمد، شرح ہدایت الحکمہ خیر آبادی، الفیہ ابن عقیل، شرح نخبۃ الفکر۔

(۲) مولانا عبید اللہ ادیب سے مقامات حریری، متنبی وغیرہ۔

(۳) مولانا عبد الستار صاحب بخاری سے تصریح (فن ہیئت)، اصول الشاشی، نور الانوار، مختصر المعانی۔

(۴) مولانا سید حسن شاہ صاحبؒ۔ (شاگرد حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ) سے شرح چغمنی (فن ہیئت) جلالین شریف پڑھی، یہ ضلع مردان، پشاور کے باشندے تھے۔

(۵) حضرت مولانا عبد الرحمن چشتیؒ (شاگرد رشید جامع البرکاتؒ) سابق صدر المدرسین مدرسۃ العلوم خلیلیہ۔

مولانا موصوف کا کتب خانہ ذاتی بلا مبالغہ جس میں پندرہ ہزار سے زائد کتابیں تھیں، وہ کتب خانہ تھا سیر کے لائق، کتابیں سرخ، سبز، زرد جلدوں سے مزین تھیں۔ اس میں زیادہ تر مصری چھاپہ کتابیں تھیں، میرا کمرہ ان کے کمرہ سے متصل تھا، اس لئے میں ان کی چائے وغیرہ بنا کر ان کی خدمت کرتا تھا، مولانا حیدرآباد دکن کے باشندہ تھے، زندگی کا بیشتر حصہ ٹونک ہی میں گذرا، بہت خوش پوشاک، وہ اپنی کتاب کسی کو نہیں دیتے تھے، مولانا مناظر احسن گیلانی کو بہت مانتے تھے اور ان کے معاصر تھے، مجھ پر ان کی خاص عنایت تھی، فرماتے، میاں، پڑھنے کے زمانہ تک ایک آنکھ کھلی ہے دوسری آنکھ کھولو، اور ہر فن کی کتابیں مطالعہ کے لیے عنایت فرماتے، اور مشکل مقامات سمجھا دیتے، چنانچہ ان کی نگرانی میں محلی ابن حزم واحکام الاحکام، بدائع الصنائع، بدایۃ المجتہد ابن رشد، مباحث مشرقیہ رازی، مدخل ابن الحاج، دراسۃ اللبیب، کتاب الروح ابن القیم، اعلام الموقعین ابن قیم، احکام الاحکام آمدی، تخریج زیلعی، اتقان القرآن سیوطی، احکام القرآن جصاص رازی، اختلاف الامہ شعرانی ومیزان الکبری اور بہت سی کتابیں دوسرے

فنون میں امام رازی، امام غزالی، ابن حاجب کی کتابیں مطالعہ کیں، جس کا فائدہ یہ ہوا کہ وسعت نظر اور علمی بصیرت پیدا ہوئی، اور اختلافی مسائل جیسے علم غیب، امکان کذب، امتناع نظیر وغیرہ جس میں میری دلچسپی زیادہ تھی وہ ختم ہوگئی۔

(۶) مولانا عجب صاحب مفتی ٹونک (شاگرد مفتی اعظم عرب وعجم مولانا کفایت اللہ صاحب دہلویؒ) سے مشکوۃ المصابیح پڑھا۔ افضل الحکماء شفاء الملک مولانا حکیم سید ظہیر احمد برکاتی (خواہرزادہ وشاگرد جامع البرکات) سے فن طب کی کتابیں پڑھیں، اور نسخہ نویسی سیکھا لیکن درس وتدریس سے خاص ذوق تھا اس لئے اس کی طرف توجہ نہیں رہی"۔

یہ مولانا کی خودنوشت تعلیمی سرگذشت ہے۔ ان کی ایک تحریر میں تمام تعلیمی اسانید کی تفصیل ہے، لکھتے ہیں:

"اور میں پانچ اعلیٰ سندیں رکھتا ہوں:

(الف) فاضل درس نظامی قدیم۔ (سند التکمیل مدرسۃ العلوم خلیلیہ دارالاسلام ٹونک راجستھان) فرسٹ کلاس، میری یہ ڈگری جملہ علوم وفنون مروجہ منقولات ومعقولات (تفسیر وعقائد، حدیث وفقہ، واصول فقہ، منطق وفلسفہ، معانی و بلاغت وغیرہ) کے ہر مضمون کی مہارت تامہ کی شہادت دیتی ہے۔

(ب) میری دوسری ڈگری فاضل بورڈ پٹنہ فرسٹ ڈویزن ہے۔

(ج) میری تیسری ڈگری فاضل پنجاب یونیورسٹی کی ہے، یہ بھی اسلامی علوم کے جملہ فنون کی ہے۔

(د) میری چوتھی ڈگری حدیث کی سند الفراغ ہے۔

(ی) میری پانچویں ڈگری ادیب کامل علی گڑھ ہے"۔

تکمیل تعلیم کے بعد انہوں نے اپنی مادر علمی ہی میں چند سال تدریسی خدمت انجام دی، اور درجات علیا کی کتابیں پڑھائیں، اس کے بعد وہ شہر آرہ منتقل ہوگئے اور یہاں ایک مدرسہ میں تدریسی خدمت انجام دینے لگے۔ اس کے بعد اپنے وطن کے مدرسہ عزیزیہ بہار شریف میں مسند تدریس کو زینت دی، ان کی سروس بک کے مطابق یہاں ان کی تقرری ۱۹۵۸ء میں ہوئی، اور طویل تدریسی وانتظامی خدمت کے بعد اس خدمت سے سبکدوش ہوئے، ایک عرصہ تک وہاں کے مہتمم (پرنسپل) رہے، ۱۹۹۰ء میں اس خدمت سے سبکدوش ہوئے اور خانہ نشیں ہوگئے، لیکن علم ومطالعہ کے ساتھ شہر میں وعظ وارشاد کی خدمت انجام دیتے رہے۔ وہ بڑے اچھے مدرس ہونے کے ساتھ ممتاز خطیب ومقرر بھی تھے۔ علم ومطالعہ کا شوق آخر عمر تک رہا، اور علم کا استحضار بھی ایسا تھا کہ خال خال اس کی مثال ملتی ہے۔ تقسیم ہند کے بعد ان کے استاد مولانا منتخب الحق نے ان کو پاکستان بلانا چاہا لیکن انہوں نے اپنے وطن ہی میں رہنے کو ترجیح دی۔

۲۲/فروری ۲۰۰۳ء بروز منگل کو اپنے گھر ہی پر شہر بہار شریف میں وفات پائی، ۲۳/جنوری کو بعد نماز ظہر خانقاہ معظم بہار شریف میں ان کے صاحب زادے مولانا کفیل احمد ندوی نے نماز پڑھائی، اس کے بعد محلہ گنگن دیوان کے قبرستان میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

احکام اسلامی

اقتداء بالمخالف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ حرمین شریفین میں امام حرمین کی اقتدا میں نماز ادا کرنا درست ہے یا نہیں اگر ہے تو کیسے؟ نہیں ہے تو کیوں؟ واضح دلائل کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی
توصیف رضا
مہوتری نیپال

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الجواب وھو الموفق للصواب

سوال یہ کیا گیا ہے کہ حج وعمرہ اور زیارت بارگاہ نبوی کے لئے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جانے والے حضرات وہاں مسجد حرام اور مسجد نبوی کے امام کی اقتداء میں نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ ذیل میں اس کا جواب دیا جا رہا ہے۔

حرمین شریفین کے ائمہ عام طور سے مسلک حنبلی کے ماننے والے ہوتے ہیں، بعض شافعی مسلک کے بھی ہوتے ہیں۔ یہ بات معلوم ہے کہ ائمہ اربعہ کے مقلدین کی امامت میں نماز درست ہوتی ہے۔علامہ شامی شرح منیۃ المصلی سے نقل کرتے ہیں کہ فروع میں اختلاف کرنے والے جیسے شافعی مسلک امام کی اقتداء میں نماز جائز ہے جب تک ان سے ایسی بات نہ معلوم ہو جو مقتدی کے مسلک میں مفسد صلاۃ ہوتی ہے۔اس پر اجماع ہے۔کراہت میں اختلاف ہے۔

واما الاقتداء بالمخالف فی الفروع کالشافعی فیجوز مالم یعلم منہ مایفسد الصلاۃ علی اعتقاد المقتدی، علیہ الاجماع، انما اختلف فی الکراھۃ۔۔۔(ردالمحتار للشامی، کتاب الصلاۃ ۱/۴۱۶)

آگے ملا علی قاری کے ایک رسالہ سے نقل کرتے ہیں کہ عام مشائخ کا قول جواز کا ہے جب اختلاف کی جگہوں میں احتیاط کرتے ہوں، ورنہ نہیں۔مطلب یہ ہے کہ (اختلاف کے مقامات میں) رعایت کرنے والے کی اقتداء بلا کراہت جائز ہے اور رعایت نہ کرنے کی صورت میں کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

ذهب عامة مشايخنا الى الجواز اذا كان يحتاط فى موضع الخلاف والا فلا، والمعنى انه يجوز فى المراعى بلا كراهة وفى غيرها معها۔۔۔(ردالمحتار للشامى، كتاب الصلاة ۱/ ۴۱۶)

البتہ سعودیہ کے علماء میں تشدد زیادہ ہوتا ہے، وہ ایسی چیزوں کو بھی ناجائز اور حرام کہتے ہیں جو ہمارے یہاں جائز اور درست ہیں۔لیکن اس سے وہ کافر نہیں ہوجاتے اور نہ اس سے ان کا کفر ثابت ہوتا ہے، ان کا شمار اہل بدعت میں ہوگا۔اہل بدعت کے بارے میں فقہاء کرام لکھتے ہیں کہ اگر ان کی بدعت موجب کفر نہ ہو تو ان کے پیچھے نماز درست ہوجاتی ہے۔احادیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عنقریب ایسے حکام آئیں گے جن کو (دنیا کی) چیزیں ایسا مشغول رکھیں گی کہ نماز کو وقت پر نہیں پڑھیں گے، ایک شخص نے سوال کیا: یارسول اللہ! وہاں ہم ان کے ساتھ نماز پڑھیں؟ ارشاد نبوی ہوا: ہاں۔(یعنی ان کے ساتھ نماز پڑھو، جماعت نہ چھوڑو)

عن عبادة بن صامت قال: كنا جلوسا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: انها ستجيىء امراء يشغلهم اشياء حتى لا يصلوا الصلاة لميقاتها، فقال رجل: يا رسول الله! ثم اصلى معهم؟ قال: نعم۔۔۔(مصنف عبد الرزاق، باب الامراء يؤخرون الصلاة ۲/ ۳۸۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل کرتے ہیں کہ ہر نیک اور برے شخص کے پیچھے نماز پڑھ لو۔مفہوم یہ ہے کہ جماعت کی اہمیت کے پیش نظر اور مسلمانوں کی اجتماعیت کا خیال کرتے ہوئے فاجر و فاسق کے پیچھے بھی نماز پڑھ لینے کا حکم دیا جارہا ہے۔

عن ابى هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: صلوا خلف كل بر و فاجر۔۔۔(السنن الكبرى للبيهقى، باب الصلاة على من قتل نفسه۔سنن الدار قطنى ۲/ ۴۴)

عن ابى هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الصلاة المكتوبة واجبة خلف كل مسلم برا كان او فاجرا وان عمل الكبائر۔۔۔(سنن ابى داؤد، باب امامة البر والفاجر، السنن الكبرى للبيهقى، باب الصلاة خلف من لا يحمد فعله)

صحیح بخاری میں باغیوں کے امام کے پیچھے صحابہ کرام کا نماز پڑھنا مروی ہے۔خلیفہ راشد حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے آخری دور میں جب باغیوں نے مدینہ پر قبضہ کر رکھا تھا، وہ گھر میں محصور تھے اور مسجد نبوی میں باغیوں کا امام نماز پڑھا رہا تھا تو حضرت عبیداللہ بن عدی بن خیارؓ نے آکر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ مسلمانوں کے امام ہیں، آپ پر جو مصیبت آئی ہے

وہ معلوم ہے۔ ہم لوگوں کو فتنہ کا امام نماز پڑھا رہا ہے اور ہم لوگ اس وجہ سے پریشان ہیں۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کے اعمال میں نماز سب سے بہتر چیز ہے۔ جب لوگ اچھا کام کریں تو تم بھی ان کا ساتھ دو اور جب وہ برے کام کریں تو ان سے الگ ہو جاؤ۔

عن عبيد الله بن عدى بن خيار انه دخل على عثمان بن عفان رضى الله عنه وهو محصور۔ فقال: انک امام عامة و نزل بک ما ترى ويصلى لنا امام فتنة و نتحرج، فقال: الصلاة احسن ما يعمل الناس فاذا احسن الناس فاحسن معهم، و اذا اساء و افاجتنب اساء تهم—(صحيح البخارى، باب امامة المفتون و المبتدع)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اجتماعیت کا لحاظ کر کے حجاج بن یوسف ثقفی جیسے فاسق وفاجر کے پیچھے بھی نماز پڑھ لیتے تھے۔

عن عمير بن هانىء قال: شهدت ابن عمر، و الحجاج محاصر ابن الزبير، فكان منزل ابن عمر بينهما، فكان ربما حضر الصلاة مع هو لاء، و ربما حضر الصلاة مع هؤلاء—(مصنف ابن ابى شيبة ۲/ ۳۷۸)

اسی طرح حضرت امام جعفر صادق حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا امام حسن وسیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما مروان کے پیچھے نماز پڑھ لیتے تھے۔کسی نے سوال کیا کہ کیا گھر جا کر نماز کا اعادہ کرتے تھے تو انہوں نے اعادہ کرنے کی نفی کی۔

عن جعفر عن ابيه قال: كان الحسن و الحسين يصليان خلف مروان۔ قال: فقيل له: اما كان ابوک يصلى اذا رجع البيت؟ قال: فيقول: لا والله، ما كانوا يزيدون على صلاة الائمة—(مصنف ابن ابى شيبة ۲/ ۳۷۸)

حافظ ابن حجر عسقلانی تحریر کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے متعدد طرق سے مروی ہے کہ وہ حجاج بن یوسف ثقفی کے پیچھے نماز پڑھ لیتے تھے۔امام بخاری اپنی تاریخ میں عبدالکریم بکاء سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے دس صحابہ کرام کو پایا ہے سب ائمہ جور (ظالم حکام) کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔

روى عن ابن عمر من وجوه انه كان يصلى خلف الحجاج، و ذكر البخارى فى تاريخه: قال لنا عبد الله عن معاوية بن صالح عن عبد الكريم البكاء قال: ادركت عشرة من اصحاب النبى صلى الله عليه و سلم كلهم يصلى خلف ائمة الجور—(فتح البارى ۷/ ۱۴۳)

فقہاء کرام بھی تحریر فرماتے ہیں: فاسق اور مبتدع کے پیچھے نماز مکروہ ہے مگر پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی۔صاحب محیط اہل بدعت کے پیچھے نماز مکروہ ہونے کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی اقتداء کرنا لوگ پسند نہیں کریں گے جس سے جماعت میں کمی ہو جائے گی۔یعنی اگر پڑھ لیتے ہیں تو نماز ہو جائے گی۔فاسق کے پیچھے نماز کے جواز کی دلیل حدیث نبوی **صلوا خلف كل بر وفاجر** ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ صحابہ و تابعین جمعہ کی نماز حجاج کے پیچھے پڑھتے تھے حالانکہ وہ اپنے وقت کا سب سے بڑا فاسق تھا۔

قال ابو یوسف رحمہ اللہ: اکرہ ان یکون الامام صاحب بدعة، ویکرہ الرجل ان یصلی خلفہ وھذا لان الناس قلما یرغبون فی الاقتداء بہ فیؤدی الی تقلیل الجماعة۔۔۔ واما الفاسق فتجوز الصلاۃ خلفہ لقولہ علیہ السلام: صلوا خلف کل بر وفاجر، ولان الصحابة والتابعین لم یمتنعوا عن الجمعة خلف الحجاج مع انہ کان افسق اھل زمانہ۔۔۔(المحیط البرھانی ۲/ ۴۶۹)

علامہ زیلعی لکھتے ہیں کہ اگر اہل بدعت کا عقیدہ کفریہ نہیں ہے تو اس کے پیچھے نماز کراہت کے ساتھ درست ہے۔ اور اگر وہ کفریہ عقیدہ والا ہے جیسے رافضی، جہمی، قدری وغیرہ تو اس کے پیچھے نماز درست نہیں ہے۔ فاسق کو جب روکنا ممکن نہ ہو تو اس کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھی جائے گی۔ دیگر نمازوں میں دوسری مسجد میں جائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہما حجاج کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھتے تھے۔

تجوز الصلاۃ خلف صاحب ھوی وبدعة ولا تجوز خلف الرافضی والجھمی والقدری والمشبہ ومن یقول بخلق القرآن، حاصلہ ان کان ھوی لا یکفر بہ صاحبہ یجوز مع الکراھة والا فلا۔۔۔ وان تقدموا جاز لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام: صلوا خلف کل بر وفاجر۔ والفاجر اذا تعذر منعہ یصلی الجمعة خلفہ وفی غیرھا ینتقل الی مسجد آخر، وکان ابن عمر وانس یصلیان الجمعة خلف الحجاج۔۔۔(تبیین الحقائق ۱/ ۳۴۵،۳۴۶)

علامہ ابن نجیم حنفی تحریر کرتے ہیں کہ اہل بدعت اور فاسق کا امامت کے لئے بڑھنا اور لوگوں کا ان کی اقتداء کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ اگر اہل بدعت اور فاسق کے علاوہ دوسرے امام کے پیچھے نماز پڑھنا ممکن ہو تو افضل یہی ہے کہ دوسرے امام کے پیچھے نماز پڑھی جائے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو تنہا نماز پڑھنے سے اہل بدعت اور فاسق کے پیچھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لینا اولی و بہتر ہے۔ اہل بدعت اور فاسق کے پیچھے نماز کی کراہت اس صورت میں ہے جب ان کے علاوہ دوسرے کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہوں، اگر ایسی صورت نہیں ہو تو اہل بدعت اور فاسق کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے۔ اہل بدعت سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی بدعت کفر تک نہیں پہنچتی۔ اگر کوئی کفریہ عقیدہ والا ہے تو اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔

فالحاصل انہ یکرہ لھؤلاء التقدم ویکرہ الاقتداء بھم کراھة تنزیہ، فان امکن الصلاۃ خلف غیرھم فھو افضل والا فالاقتداء اولی من الانفراد، وینبغی ان یکون محل کراھة الاقتداء بھم عند وجود غیرھم والا فلا کراھة کما لا یخفی۔۔۔ واطلق المصنف فی المبتدع فشمل کل مبتدع ھو من اھل قبلتنا، وقیدہ فی المحیط والخلاصة والمجتبی وغیرھا بان لا تکون بدعتہ تکفرہ، فان کانت تکفرہ فالصلاۃ خلفہ لا تجوز (البحر الرائق ۱/ ۳۴۹)

علامہ حسن شرنبلالی تحریر فرماتے ہیں کہ امام محمد کی امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف سے ایک روایت ہے کہ اہل بدعت کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ لیکن ان حضرات کا صحیح قول یہ ہے کہ ایسے اہل بدعت جن کا عقیدہ کفریہ نہیں ہے ان کے پیچھے نماز کراہت کے ساتھ درست ہے۔ اس ارشاد نبوی کی وجہ سے کہ نیک اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھ لو، نیک اور فاسق کی نماز (جنازہ) پڑھ لو اور

نیک اور فاسق کے ساتھ جہاد کرو۔ مجمع الروایات میں ہے کہ جب فاسق یا مبتدع کے پیچھے نماز پڑھ لی تو جماعت کا ثواب مل جائے گا مگر اس کو متقی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا۔

وروی محمد عن ابی حنیفة وابی یوسف رحمهم الله: ان الصلاة خلف اهل الاهواء لاتجوز، والصحیح انها تجوز مع الکراهة خلف من لاتکفره بدعته لقوله صلی الله علیه وسلم: صلوا خلف کل بر وفاجر، وصلوا علی کل بر وفاجر، وجاهدوا مع کل بر وفاجر۔ رواه الدارقطنی کما فی البرهان۔ وقال فی مجمع الروایات: اذا صلی خلف فاسق او مبتدع یکون محرزا ثواب الجماعة لکن لاینال ثواب من یصلی خلف امام تقی۔۔۔(مراقی الفلاح ۱۶۵)

صاحب درمختار علامہ حصکفی تحریر کرتے ہیں۔ اہل بدعت کی امامت مکروہ تنزیہی ہے۔ صاحب بحر کی تحقیق یہ ہے کہ کراہت اس وقت ہے جب ان کے علاوہ دوسرے امام موجود ہوں، اگر دوسرا امام نہیں ہے تو کوئی کراہت نہیں ہے۔ نہر فائق میں محیط سے منقول ہے کہ فاسق یا مبتدع کے پیچھے نماز پڑھنے سے جماعت کی فضیلت مل جاتی ہے۔

ویکره تنزیها امامة۔۔۔ ومبتدع۔۔۔ هذا ان وجد غیرهم والا فلا کراهة۔ بحر بحثا۔ وفی النهر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة۔۔۔(الدر المختار)

علامہ شامی تحریر کرتے ہیں کہ اہل بدعت اور فاسق کا امامت کے لئے بڑھنا اور لوگوں کا ان کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ اگر اہل بدعت اور فاسق کے علاوہ دوسرے امام کے پیچھے نماز پڑھنا ممکن ہو تو افضل یہی ہے کہ دوسرے امام کے پیچھے نماز پڑھی جائے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو تنہا نماز پڑھنے سے اولی و بہتر یہ ہے کہ اہل بدعت اور فاسق کے پیچھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لی جائے۔

ثم قال فیکره لهم التقدم ویکره الاقتداء بهم تنزیها، فان امکن الصلاة خلف غیرهم فهو افضل والا فالاقتداء اولی من الانفراد۔۔۔(رد المحتار ۱/ ۴۱۲)

حدیث کی روشنی میں اور فقہاء کرام کی ان عبارتوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اہل بدعت کے پیچھے نماز پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے۔ البتہ اگر دوسرے متقی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی کوئی صورت ہو تو اہل بدعت کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ اور اگر یہ سہولت موجود نہ ہو تو تنہا نماز پڑھنے سے بہتر ہے کہ ان کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے۔

اب دیکھیں کہ حرمین میں جماعت سے نماز پڑھنے کی کتنی فضیلت حدیث میں آئی ہے۔ حرم مکی میں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مساجد کی ایک لاکھ نماز سے زیادہ ہے اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مساجد کی ایک ہزار نماز سے زیادہ ہے، بعض روایت میں پچاس ہزار نماز سے زیادہ ہے۔

عن ابی هریرة رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: صلاة فی مسجدی هذا خیر من الف صلاة فیما سواه الا المسجد الحرام۔۔۔(صحیح البخاری، باب فضل الصلاة فی مسجد مکة والمدینة، صحیح مسلم، باب

فضل الصلاۃ فی مسجدی مکۃ والمدینۃ)

عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: صلاۃ فی مسجدی ھذا افضل من الف صلاۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام، وصلاۃ فی المسجد الحرام افضل من مائۃ الف صلاۃ فیما سواہ ـــ (ابن ماجہ، باب ماجاء فی فضل الصلاۃ فی المسجد الحرام ومسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حج وعمرہ کے لئے جانے والے حضرات وہاں جا کر مکہ مکرمہ کی مسجد حرام میں یا مدینہ منورہ کی مسجد نبوی میں علیحدہ جماعت تو نہیں کر سکتے۔ اب یا تو ہوٹل میں ہی دو چار افراد کے ساتھ پڑھیں یا تنہا پڑھیں اور اس عظیم اجر وثواب سے محروم ہو جائیں۔ مدینہ منورہ میں تو مسجد نبوی میں ہی نماز پڑھنے پر ثواب ہے۔ مکہ مکرمہ میں فقہاء کرام کی تصریح کے مطابق کہیں نماز پڑھیں یہ ثواب ملے گا، مگر لاکھوں افراد کے ساتھ جماعت کا جو ثواب ہے اس سے محرومی ہوگی۔ فقہاء کرام لکھتے ہیں کہ جماعت کی زیادتی مندوب ہے، جماعت جتنی زیادہ ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ افضل اور زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے۔

وتکثیر الجماعۃ مندوب الیہ قال علیہ الصلاۃ والسلام: صلاۃ الرجل مع اثنین خیر من صلاتہ وحدہ، وصلاتہ مع الثلاثۃ خیر من صلاتہ مع اثنین وکلما کثرت الجماعۃ فھو عند اللہ افضل ـــ (المبسوط للسرخسی ۷۸/۱)

یہ کتنی محرومی کی بات ہے کہ اتنا خرچ کر کے اتنے شوق و ذوق سے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوں اور مسجد حرام میں کعبۃ اللہ شریف (زادھا اللہ شرفا) کے سامنے نماز باجماعت کے ثواب عظیم سے محروم رہ جائیں اور اتنے ادب واحترام سے دربار نبوی میں حاضری دیں اور مسجد نبوی کی نماز باجماعت کے ثواب سے محروم رہ جائیں۔ جب کہ یہ عظیم ثواب حرمین کے علاوہ دنیا کی کسی مسجد میں نماز پڑھنے سے حاصل نہیں ہوگا۔

جیسا کہ تفصیل کے ساتھ فقہاء کرام کی تحریر اوپر آچکی کہ جب دوسرا امام میسر نہ ہو تو اہل بدعت کی اقتداء میں نماز بلا کراہت درست ہے۔ اس لئے حرمین کے ائمہ کی اقتداء میں نماز درست وصحیح ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بدر احمد مجیبی

دار الافتاء خانقاہ مجیبیہ

پھلواری شریف پٹنہ

قند پارسی

● حضرت مولانا حافظ شاہ شہاب الدین ثاقبؔ قادری پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

این چہ شوریست کہ در پردہ بسے می آید ❁ بخت بیدار کہ بانگ جرسے می آید
این کہ یاد است کہ در ہر نفسے می آید ❁ مژدہ اے دل خبرے ہست کسے می آید
آہ الآن کہ فریاد رسے می آید ❁ جاں بلب شد دم آخر نفسے می آید
می دہد بوئے ازاں گیسوئے مشکیں شکراست ❁ گرچہ ایں نفحہ ز رود ارسے می آید
عالمے گشت معطر کہ کسے زلف کشاد ❁ از کجا تا بکجا بوئے کسے می آید
راہ رو مستقر منزل ایقاں باشی ❁ تو چہ دانی کہ چہ بانگ جرسے می آید
نقد جاں برکف عشاق کہ امروز یکے ❁ پیکر آرائے جہاں برفرسے می آید
خوش نصیب است کہ خاشاک درش اندوزد ❁ بوئے خوشش می دہد آں گرچہ خسے می آید
ناتوانست از وبال و پرش راتو مپرس ❁ این قدر ہست کہ او از قفسے می آید
دیدہ وا حرکت لب مضطرب از سوزش وغم ❁ دل بیادش ہمہ تن تا نفسے می آید
گریقیں نیست مسیحا دم آخر بشناس ❁ از سر شیشہ کہ داغ نفسے می آید
نو گرفتار پئے شکوہ نہ چوں آید اگر ❁ غمگسارے باسیر قفسے می آید
او چہ کرد از پئے صید من ہیچم فکرے ❁ چوں ندانست بدامم مگسے می آید

رشتۂ زلف کشا شانہ مکش تاب مزن ۞ کہ بہر موئے سیہ کار بسے می آید
زآتش عشق دل کس چہ بود آتش طور ۞ او بصحرا چہ بشوق قبسے می آید
مد و زجر است بہ سیلے کہ زعشقش آید ۞ گاہ پیشش رود و گاہ پسے می آید
احسن اللہ کہ ایں حسن کلامت ثاقبؔ ۞ چوں نگوئی ہمہ از فیض کسے می آید
سیل مضمون و بہار سخنم ہست دگر ۞ ثاقبا گرچہ ز صد رنگ کسے می آید
پاکبازاں نہ ہوا خواہ لب لعل تو خاص ۞ اے شکرریز کہ زاں ہم مگسے می آید
مگذر در شب فرقت ز رہ عشق اگر ۞ محتسب پیش تو بعد از عسسے می آید
یار باشد چو خبر دار ز احوال ترا ۞ پس چہ فکر است خیال عسسے می آید
نقش حسنش کہ چناں آئینۂ دل بگرفت ۞ گوشۂ نیست کہ ہیچم ہوسے می آید

من کہ باشم کہ بیادش بودم اے ثاقبؔ
بر در او چو بسے ملتمسے می آید

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

ضروری اعلان

مدت خریداری معلوم کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ کے نام و پتہ کے اوپر جہاں مثلاً 2730/08(Upto Dec.2023) لکھا رہے، اس کا مطلب ہے کہ آپ کا خریداری نمبر 2730/08 ہے اور Upto Dec.2023 کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری دسمبر ۲۰۲۳ء میں ختم ہوگئی ہے، آپ کے ذمہ ۲۰۲۴ء کا زرتعاون باقی ہے۔

براہ کرم پہلی فرصت میں اپنی خریداری فیس ادارہ "المجیب" کو ارسال کر کے اپنے ممبر شپ کو جاری رکھیں، رقم بھیجنے کے بعد رسید ضرور حاصل کریں اور رقم بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر اور پورا پتہ لکھیں

—(سرکولیشن منیجر)

QR

WhatsApp, PhonePe & GPay : +91-7250433562

حلیۂ شریفہ منظومہ ﷺ

● از : حضرت مولانا سید شاہ محمد شرف الدین نعمتی قادری قدس سرہ

● ترجمۂ منظوم : مولانا محمد فصیح الدین عاصم قادری —— خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف

حلیۂ شریفہ منظومہ

نمود صنع کمال قدرت ظہور اعجاز فخر انساں
وجود سرتا بپائے احمد حبیب یزداں شہ رسولاں
بزرگ فرق و کشادہ جبہہ خمیدہ ابرو دراز مژگاں
دو دیدہ بادام و چشم آہو بلند بینی و خد گلستاں
گل عذارش چو سنبل تر ازاں بروت و محاسن او
بہ سیم نوشیں حسیں زنخداں و جیہ صورت چو بدر تاباں
سواد مشکیں تمام گیسو باند کے خم نہ تنگ ہمہ مو
گہے بگوش و گہے بتا دوش و شانہ کردہ ز دست یزداں
چو سیم خالص گلوئے نازک سپیدۂ صبح ہر بغل ہا
بسے عرقہائے عطر آگیں ہمہ ز اعجاز خاص او داں
فراخ سینہ و دوش و ز آغاز صدر و دو شش نمودہ موئے

ترجمۂ منظوم

مثال صنع کمال قدرت ظہور اعجاز فخر انساں
ہے سر سے پا تک وجود احمد، حبیب یزداں شہِ رسولاں
بزرگ فرق و جبیں کشادہ جھکا ہے ابرو دراز مژگاں
دو دیدہ بادام و چشم آہو بلند بینی ہے خد گلستاں
گل عذاران کا تازہ سنبل، ہیں زیب رو اس پہ ان کی ریشیں
وہ شیریں نقرہ حسیں زنخداں وجیہ صورت ہیں بدر تاباں
ہیں کالے مشکیں تمام گیسو، ہیں تھوڑے خم سے نہ تنگ سب مو
کبھی دو کاندھے کبھی دو کانوں پہ شانہ کرتے بدست یزداں
ہے سیم خالص گلوئے نازک ہیں صبح سی دو سفید بغلیں
وہ عطر آگیں پسینے ان کے، ہیں خاص اعجاز جان ہر جاں
ہیں دوش و سینہ فراخ، ان پر اُگے ہیں مو ابتدا میں تھوڑے

سواد خطے ز سینہ تا ناف ہم چو سنبل دمیدہ خنداں
دو دست پاکش کہ بازوئے دیں زنخل نوری دو شاخ رستہ
کف مصفا و نیکو ہموار و نرم بہر زگلشن جاں
دراز انگشت و بدر ناخن بحسن سر پنجہ پنجۂ خور
تو گوئی تصویر بے نمونہ ز قدرت آمد بخامۂ جاں
دو ساق پاکش ستون دینم میان باریکی و بطری
قدم متین و میانہ ہر دو کف مسطح و نور افشاں
مقدم ماہ در تنور کہ آں قدم شد قدام عالم
دراز انگشت و بر انامل ز پنج نجم سعید تاباں
چہ تاب شرف کمینہ بندہ بفکر مدحش سخن سراید
مگر صلوۃ و سلام دائم بایں وسیلہ قبول جویاں

ہے سینہ تا ناف اک سیہ خط ہو جیسے سنبل دمیدہ خنداں
ہیں دونوں دست اور بازوئے دین نخل نوری کی شاخ رستہ
ہے کف مصفا، ہے خوب و ہموار و نرم بہتر وہ گلشن جاں
دراز انگلی ہے بدر ناخن، ہے حسن میں پنجہ پنجۂ خور
وہ ایک قدرت سے بے نمونہ شبیہ آئے بخامۂ جاں
ہیں دیں کا میرے ستون ان کی دو ساق، پتلی جو درمیاں ہے
قدم متین و میانہ ہر دو کف مسطح ہے نور افشاں
جو روشنی میں ہے مقدم مہ، وہی قدم ہے قدام عالم
دراز انگشت ہیں انامل پہ پانچ نجم سعید تاباں
کروں شرف کیا میں فکر مدحت میں ان کی، کچھ بھی سخن سرائی
مگر صلوۃ و سلام دائم میں اس بہانے قبول جویاں

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

برائے مضمون نگار حضرات

- مجلہ "المجیب" کیلئے جو بھی مضامین ارسال کریں وہ خالص المجیب کے لئے ہو تا کہ مجلے کا معیار برقرار رہ سکے۔
- مضامین کمپوز کرا کر ارسال کریں۔
- مضمون کے پہلے یا آخری صفحہ پر اپنا پورا نام و پتہ ضرور لکھیں۔
- مضامین بھیجتے وقت اس کی نقل اپنے پاس رکھیں۔ مضامین گم ہونے کی صورت میں ادارے پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوگی۔

سرکولیشن منیجر

دل آرا، دل ربا ہے، دل نواز و دل نشیں تو ہے

● محمد آیت اللہ قادری پھلواروی

محمد مصطفی ہے رحمۃ للعالمیں تو ہے ۞ ہمارا مدعا ہے شافع روز یقیں تو ہے
تو دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل ہے تو ۞ ہے جس سے دو جہاں روشن وہی نور مبیں تو ہے
زمین و آسماں میں تو، مکان و لامکاں میں تو ۞ سر عرش علیٰ جلوہ نما، مسند نشیں تو ہے
ترے ہی نام کا چرچا ہے پیہم آسمانوں میں ۞ زمینوں کی صدا ہے مرحبا صد آفریں تو ہے
پس سدرہ سے ناواقف رہے جبریل بھی اب تک ۞ مگر تو با خبر ہے رہ روِعرش بریں تو ہے
شب اسرا کے آئینے میں دیکھا تو نظر آیا ۞ تو مطلوب خدا ہے رب اعلیٰ کے قریں تو ہے
ترے ہی حسن کے جلوے جہان رنگ و بو میں ہیں ۞ تو ہی مہتاب حسن لم یزل، روشن جبیں تو ہے
ترے خط و لب و عارض ترے گیسو و چشم مست ۞ سراپا نور ہے تیرا شہا! کتنا حسیں تو ہے
ہے تیرے حسن کو ترجیح ثابت ماہ کامل پر ۞ دل آرا، دل ربا ہے، دل نواز و دل نشیں تو ہے
صحابہ آسمان دین کے روشن ستارے ہیں ۞ کہ تو بدرالدجیٰ، نورالہدیٰ، ماہ مبیں تو ہے

غلامی کر غلامانِ غلامانِ محمد کی
یہ راہ حق نما آیتؔ ہے پھر کیونکر حزیں تو ہے

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

استغاثہ

بہ حضور اغاثت مآب رضی اللہ عنہ

● محمد آیت اللہ قادری پھلواروی

شاہِ خوباں تاجِ سلطاں غوثِ اعظم دستگیر ۞ نائبِ محبوبِ رحماں غوثِ اعظم دستگیر
میرِ میراں قطبِ ربانی و غوثِ جن و انس ۞ شاہد و محبوبِ سبحاں غوثِ اعظم دستگیر
خاورِ چرخِ ولایت ماہتابِ معرفت ۞ کوکبِ افلاک فیضاں غوثِ اعظم دستگیر
بخت و تقدیرِ ہمہ در دستِ تو موہوب شد ۞ در تصرف بزمِ امکاں غوثِ اعظم دستگیر
شش جہت آوازۂ تو، شہرتت بر عرش و فرش ۞ دو جہانت زیرِ فرماں غوثِ اعظم دستگیر
من چہ گویم وصفِ پاکت اے شہِ عالی چو اند ۞ جملہ عالم مدح گویاں غوثِ اعظم دستگیر

بر درت دارد جبیں آیتؔ بصد شوق و نیاز
یک نگہ کن پیرِ پیراں غوثِ اعظم دستگیر

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

منقبت

• شکیل سہسرامی — پٹنہ

پیغام دے رہا ہے محرم جہان کو ۞ قربان کر دو حق کے لئے خاندان کو
کرتے ہیں اہلِ بیت کی عزت ملائکہ ۞ ہم کیا سمجھ سکیں گے بھلا ان کی شان کو
مجھ سے ہیں گر حسین تو میں ہوں حسین سے ۞ رکھیے نظر میں اپنی، نبی کے بیان کو
تاریخ ہے گواہ کہ آل رسول نے ۞ حق کے لئے تیاگ دیا گھر مکان کو
جیسے ہی تیر اصغر معصوم کو لگا ۞ عباس نے گواہ کیا آسمان کو
خون حسین آج بھی کہتا ہے دوستو ۞ ہے کربلا پہ ناز زمین و زمان کو
اسلام کی بقا کے لئے اہل بیت نے ۞ کچھ اہمیت نہیں دی وہاں اپنی جان کو
عشقِ حسین عشقِ نبی کا ثبوت ہے ۞ مژدہ سنا دو ان کے سبھی عاشقان کو
ان پہ تمام زورِ خطابت کو ناز ہے ۞ لاکھوں سلام بنت علی کی زبان کو

آواز دے رہی ہے یہی کربلا شکیلؔ
رکھنا سدا بلند حسینی نشان کو

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

غزل

(حاصل حیات مرحومہ کی نذر میں)

● وارث ریاضی— کاشانۂ ادب، سکٹا دیوراج، بسوریا، مغربی چمپارن

وہ جو نظروں سے میری نہاں ہے ۞ عالم قدس میں شادماں ہے
ہائے رے شدت دردِ ہجراں ۞ آنکھ پرنم ہے، لب پر فغاں ہے
نقش ہے رخ پہ غم کا فسانہ ۞ ماجرا آنسوؤں سے عیاں ہے
آہ کس موڑ پر آچکا ہوں ؟ ۞ ہر تسلی اذیت رساں ہے
کیا کہوں؟ کس طرح جی رہا ہوں؟ ۞ زندگی سر پہ بارگراں ہے
ہر خوشی چھین لی اس نے میری ۞ کس قدر مجھ سے وہ بدگماں ہے
کیا ستم ہے کہ روز ازل سے ۞ رنج آگیں مری داستاں ہے
موت ہے ایک زندہ حقیقت ۞ زندگی صرف وہم و گماں ہے

موسم لالہ و گل میں وارثؔ
صحن گلشن میں رقص خزاں ہے

❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋

توجہ طلب

سہ ماہی مجلہ ''المجیب''، میں شائع ہونے والے مضامین میں حسب ضرورت تلخیص اور الفاظ وتراکیب کی تصحیح کرنی پڑتی ہے۔ اہل قلم حضرات کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ اِسے گوارہ فرمائیں۔ بصورت دیگر ہماری معذرت قبول فرمائیں— (ادارہ)

کوائف وحالات

● ادارہ

رازونیاز بلبل وگل ہم سے پوچھئے ۞ نرگس کی آنکھ بن کے رہے ہیں چمن میں ہم

کچھ اپنی .... کچھ دوسروں کی

اسماعیل ہانیہ کی شہادت:

فلسطین میں اسرائیل کی بربریت جاری ہے۔شدید بمباری سے روزانہ پچاسوں فلسطینیوں کی شہادت کی خبر آتی ہے۔ مگر انسانی حقوق کے علمبردار یورپ کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی، امریکہ تو کھل کر اسرائیل کا ساتھ دے رہا ہے اور اس کو تمام اسلحے فراہم کر رہا ہے۔

تازہ خبر جناب اسماعیل ہانیہ کی شہادت کی ہے۔جناب اسماعیل ہانیہ حماس کے سیاسی شعبہ کے سربراہ تھے۔ بہت متحرک وفعال اور ایک وقت میں فلسطین کے وزیر اعظم بھی رہ چکے تھے۔ان کا پورا خاندان حافظ تھا جن میں اکثر افراد اسرائیل کے بزدلانہ حملوں میں شہید ہو چکے ہیں۔ایران کی راجدھانی تہران میں ایران کے نئے صدر کی حلف برداری کی تقریب تھی، اس کی دعوت پر شرکت کے لئے وہاں گئے تھے۔وہاں صدر ایران سے ملاقات بھی کر چکے تھے مگر عرصہ سے اسرائیلی خفیہ ایجنسی موساد ان کے تاک میں تھی، اس کو موقع مل گیا جس ہوٹل میں یہ قیام پزیر تھے وہیں صبح سویرے ان پر بزدلانہ حملہ ہوا اور یہ موقع پر ہی شہید ہو گئے، ان کی شہادت کی تمنا بر آئی، ان کے خاندان کا بڑا حصہ یہاں تک کہ ان کی چند مہینے کی پوتی بھی شہید ہو چکی تھی۔اللہ تعالیٰ ان سب کو اور سرزمین فلسطین میں اسرائیل کی بربریت سے شہید ہونے والے تمام مجاہدین کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان سب شہداء اور تمام مسلمان عوام کی خواہشوں کے مطابق سرزمین فلسطین کو پنجۂ یہود سے نجات دلائے۔آمین۔

ڈاکٹر سید ریاض احمد صاحب کی وفات:

یہ خبر تاخیر سے آرہی ہے پچھلے شمارہ میں نہیں آسکی تھی۔ ۱۷ر رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۷ر مارچ ۲۰۲۴ء بدھ کو رات میں ڈاکٹر سید ریاض احمد صاحب کی مدینہ منورہ میں وفات ہوگئی۔وہ حضرت مولانا شاہ عون احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے

خویش تھے۔تقریباً ۳۵ سال سے مدینہ منورہ میں مقیم تھے۔جناب سید محمد احمد صاحبؒ (بیت الامان،شریف کالونی،مصلح پور،پٹنہ) کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔حضرت مولانا شاہ محمد امان اللہ قادری زیب سجادہ مجیبیہ قدس سرہ کے دست گرفتہ تھے،ان کو اپنے پیرومرشد سے بہت عقیدت تھی۔قرآن مجید کی تلاوت اور وظائف واوراد کے پابند تھے۔مسجد نبوی کے حاضر باش اور بڑے مہمان نواز تھے۔حج کے موقع پر حاجیوں کو بلا کر لے جاتے اور کھانا کھلاتے۔مہمان نوازی سے ان کو بہت خوشی ہوتی تھی۔ان کی شدید خواہش تھی کہ مدینہ منورہ میں ان کی وفات ہو،مسجد نبوی میں نماز جنازہ ہو اور جنت البقیع میں تدفین ہو،اللہ تعالیٰ نے تمام خواہش پوری کردی۔۱۹؍رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۹؍مارچ کو مسجد نبوی میں فجر کی نماز کے بعد نماز جنازہ ہوئی اور جنت البقیع میں تدفین عمل میں آئی۔پس ماندگان میں دو صاحبزادے اور متعدد صاحبزادیاں ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔آمین۔

شش ماہی امتحان دارالعلوم مجیبیہ :

دارالعلوم مجیبیہ خانقاہ پھلواری شریف میں اس سال کا شش ماہی امتحان ۳؍تا ۷؍ربیع الاول منعقد ہوگا،اساتذۂ دارالعلوم کی زیرنگرانی درجہائے عربی وفارسی اور درجات حفظ وقرأت کے امتحانات ہوں گے۔اس کے بعد دارالعلوم مجیبیہ میں ۱۴؍ربیع الاول تک عام تعطیل رہے گی،۱۵؍ربیع الاول کو باضابطہ دارالعلوم کھل جائے گا۔

معمولات خانقاہ بماہ ربیع الاول :

۱۱اور۱۲؍ربیع الاول کو حسبِ دستور قدیم سید الکائنات حضرت رسالت پناہ ﷺ کے عرس کی سب سے بڑی تقریب انجام پاتی ہے، جس میں ہندوستان کے تقریباً ہر صوبے کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔

پہلی ربیع الاول سے دس ربیع الاول تک روزانہ دس روز صبح کی نماز کے بعد تلاوت کلام پاک اور ایصال ثواب۔

شب ۲؍ربیع الاول و روز ۲؍ربیع الاول کو قل ومحفلِ سماع اور عید میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرس کا آغاز ہوتا ہے۔

۱۱؍ربیع الاول کو قبل از صبح صادق (آخررات میں) **03:30** قل وفاتحہ اور اس کے بعد مجلس سماع،پھر اپنے وقت پر نماز فجر باجماعت پورے اجتماعی نظم وضبط کے ساتھ۔نماز کے بعد مجلس سماع گیارہ بجے دن تک۔

۱۱؍ربیع الاول بعد نماز مغرب آستانہ سیدنا تاج العارفین رضی اللہ عنہ میں صاحب سجادہ کی حسب معمول قدیم حاضری وچادر پوشی برمزار مبارک سیدنا مذکور،دعائے خاص کا اہتمام،بعد نماز عشاء عرس نبوی ومراسم عید میلادالنبی ﷺ کا آغاز،محفلِ نعت ومدح ومیلاد خوانی بعدۂ پورے اجتماعی ومہتم بالشان انداز میں بارگاہِ رسول ذوالمنن ﷺ میں صلوٰۃ وسلام۔

۱۲؍ربیع الاول کو قبل از صبح صادق (آخررات میں) **03:30** قل وفاتحہ اور اس کے بعد مجلس سماع نماز فجر سے پہلے تک،پھر نماز فجر اپنے آداب وشرائط اور جماعت کے ساتھ۔نماز کے بعد مجلس سماع بارہ بجے دن تک،بعدۂ بڑا اور آخری قل وفاتحہ۔

۱۲؍ربیع الاول کو نماز ظہر **02:30** بعدۂ موئے مبارک نبی کریم ﷺ کی زیارت،تقریباً ڈیڑھ گھنٹے۔آثار شریف کی زیارت ختم

ہونے کے بعد نماز عصر اور بعد نماز مجلس سماع مغرب سے پہلے تک—(اختتامی مجلس)

۱۲ ربیع الاول کی صبح کو ۷ بجے سے ۱۰ بجے تک خانقاہ کے زنانہ مکان میں مستورات کے لئے قدیم معمولات کے مطابق آثار شریف کی زیارت کا نظم کیا جاتا ہے۔

عرس وزیارت کی تمام تقریبات حضرت صاحب سجادۂ خانقاہ مدظلہ العالی کی شرکت، نگرانی اور سرپرستی میں انجام پاتی ہیں۔ یہ معمولات ومراسم، بانی خانقاہ مجیبیہ حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ پیر محمد مجیب اللہ قادری قدس سرہٗ کے عہد پاک سے ہیں۔

۱۳ ربیع الاول عرس شیخ المشائخ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی قدس سرہٗ— ۱۳ دن گزار کر شب ۱۴ کو قل ومجلس سماع ہوتی ہے۔

۲۷ ربیع الاول عرس حضرت مصباح الطالبین مولانا سید شاہ علی حبیب نصر قادری پھلواروی قدس سرہٗ العزیز ۲۶ دن گزار کر شب ۲۷ وروز ۲۷ کو قل ومجلس ہوتی ہے۔

معمولات خانقاہ بماہ ربیع الثانی :

۱۱ ربیع الثانی عرس حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی قطب ربانی سید محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ— ۱۱ کی شب میں اور ۱۱ کے دن میں قل ومجلس سماع کا اہتمام ہوتا ہے اور بعد نماز ظہر زیارت موئے مبارک نبی کریم ﷺ ہوتی ہے، بعد زیارت موئے مبارک حضرت صاحب المقام الاویسیۃ النبویہ مولانا سید شاہ محمد وارث رسولنما قادری بنارسی قدس سرہٗ کا قل وفاتحہ اور مجلس کا اہتمام ہوتا ہے۔

خانقاہ مجیبیہ کے زیر اہتمام آستانۂ حضرت وارث رسولنما بنارس میں ۱۳ ربیع الثانی سے ۱۶ ربیع الثانی تک عرس کا سلسلہ رہتا ہے۔

معمولات خانقاہ بماہ جمادی الاولیٰ :

۲۹ جمادی الاولیٰ، اعراس حضرت محی الملۃ والدین امیر شریعت مولانا الحاج سید شاہ محمد محی الدین قادری پھلواروی قدس سرہٗ، حضرت امان المستجیرین عارف باللہ مولانا سید شاہ محمد امان اللہ قادری پھلواروی قدس سرہ وحضرت رضوان من اللہ رب العالمین عارف باللہ مولانا الحاج سید شاہ محمد رضوان اللہ قادری پھلواروی قدس سرہٗ، ۲۸ دن گزار کر شب ۲۹ وروز ۲۹ کو قل ومجلس سماع ہوتی ہے۔

۲۹ جمادی الاولیٰ اعراس حضرت شمس العارفین امیر شریعت مولانا سید شاہ محمد قمر الدین قادری پھلواروی قدس سرہٗ وحضرت استاذ العلماء امام المتقین مولانا سید شاہ محمد نظام الدین قادری پھلواروی قدس سرہٗ ۲۹ کو بعد نماز عشا قل ومجلس سماع ہوتی ہے۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

دارالعلوم مجیبیہ خانقاہ پھلواری شریف پٹنہ (بہار)

DARUL ULOOM MOJIBIA KHANQUAH

Phulwari Sharif, Patna-801505, Bihar (INDIA) Mob.: +91-9572860252, 7717792508

دارالعلوم مجیبیہ، پھلواری شریف کے اکابر بزرگوں اور اولیاء اللہ کی یادگار اور ہندوستان کی قدیم درسگاہ ہے۔ اس کی علمی خدمات چار صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہ دارالعلوم اپنے سن قیام ۱۱۲۵ھ سے لے کر آج تک تواتر و تسلسل کے ساتھ علوم اسلامی کی ترویج و اشاعت میں لگا ہوا ہے اور الحمدللہ کسی دور میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ موقوف نہیں ہوا۔ ابتدائی فارسی درجات سے لے کر عربی کے آخری درجات، دورۂ حدیث تک یہاں تعلیم دی جاتی ہے — اور قرآن کریم کے حفظ و قرأت کی تعلیم معیاری طریقے پر ہوتی ہے۔ بچوں کے لئے اردو، ناظرۂ قرآن اور عصری تعلیم کا بھی انتظام ہے۔ تمام بیرونی طلبہ کے لئے قیام و طعام، کتابیں اور دیگر سہولیات کا اہتمام دارالعلوم مجیبیہ کی طرف سے مفت کیا جاتا ہے۔

اسلئے اہل خیر حضرات سے دردمندانہ اپیل ہے کہ صدقات، زکوٰۃ، عطیات اور دیگر مواقع پر دارالعلوم مجیبیہ کو فراموش نہ کریں۔ مالی امداد پہنچا کر عنداللہ ماجور و مثاب ہوں۔ یہ قدیم درس گاہ آپ کے تعاون کی مستحق ہے۔

چیک یا ڈرافٹ پر صرف "DARUL ULOOM MOJIBIA" لکھیں

ISSN 2320-8600 The **ALMUJEEB** Quarterly

Vol.No. :64 | July, August & Sept. 2024 | Sl.No. : 03

The only most widely circulated Urdu Quarterly of Bihar

Darul Esha'at Khanquah Mujeebia, Phulwari Sharif, Patna - 801505 Bihar (INDIA)

Cell : +91-7250433562, 7903953313, E-mail : almujeebquarterly@gmail.com, http://khanquahmujeebia.org

دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ کی موجودہ چند اہم مطبوعات

₹:50.00

₹:300.00

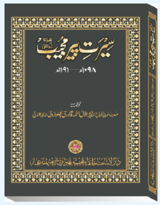
₹:400.00

₹:350.00

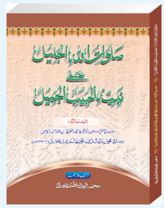
₹:500.00

₹:400

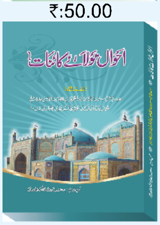
₹:140.00

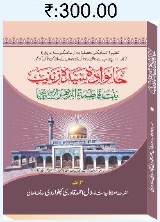
₹:200.00

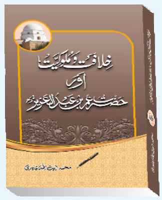
₹:400.00

₹:100.00

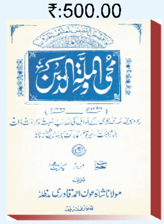
₹:100.00

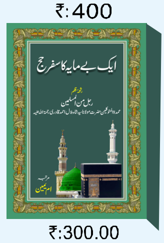
₹:300.00

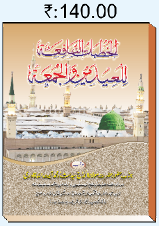
₹:300.00

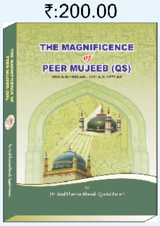

₹:400.00

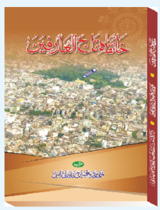
₹:100.00

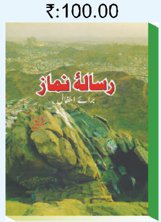

₹:50.00

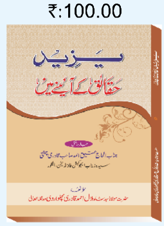
₹:100.00

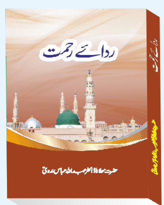

₹:250

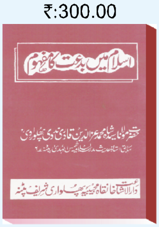
₹:30.00

₹:30.00

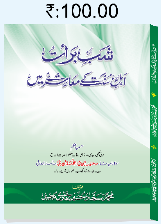

₹:120.00

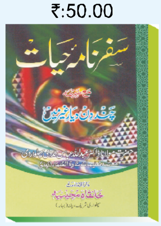
₹:150.00

₹:90.00

₹:50.00

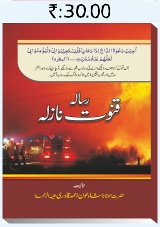
₹:20.00

₹:60.00

₹:20.00

₹:40.00

₹:50

₹:50.00

+91-7250433562, 7903953313 : رابطہ

Published by **Syed Mohammad Minhajuddin Quadri** on behalf of Darul Esha'at Khanquah Mujeebia,
Editor : Dr. Shah Fatahullah Quadri, Printed at Pakiza Offset Press, Dargah Road, Patna-80006
and Published at Darul Esha'at Khanquah Mujeebia, Phulwari Sharif, Patna-801505, Bihar (INDIA)